

Vol. I

No. 9



**Wednesday
11th March, 1953.**

**HYDERABAD LEGISLATIVE ASSEMBLY
DEBATES**

Official Report

CONTENTS

HYDERABAD LEGISLATIVE ASSEMBLY

Wednesday, 11th March, 1953.

The Assembly met at half past eight of the clock.

[MR. SPEAKER IN THE CHAIR.]

Starred Questions and Answers

Mr. Speaker: Let us take up questions.

Police Excesses

†*52 (74) *Shri V. D. Deshpande (Ippaguda):* Will the hon. Minister for Home be pleased to state:

(a) Whether it is a fact that two constables of Gangaram Police Station raided the village Ramnagar of Bathapalli Sivaru in Madhira taluk, Warangal district on 25-12-1952?

(b) Whether it is also a fact that the said Police constables destroyed the hut the only dwelling place of a peasant by name Motapothula Nagulu and carried away a cart-load of wood under the orders of the Sub-Inspector of Police?

(c) Whether it is true that the above Sub-Inspector necked out Shri Nagulu when he went to the Police Station for representing this case?

(d) If so, for what reasons?

ہوم منسٹر (شری دگمبر راؤ بندو) - اس سوال کے اجزاء ایسے ہیں جو سی کا جواب ہے نہیں۔ جزو ڈی کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال پیدا نہیں ہوتا۔

Police personnel at Congress Session

*53 (75) *Shri V. D. Deshpande:* Will the hon. Minister for Home be pleased to state:

(a) the strength of extra police force including the plain clothed men stationed at various Railway Stations for Security purposes in connection with the visit of Ministers and other high personalities during the Congress Session in January, 1953?

†*Question was originally tabled by Shri Ch. Venkat Rama Rao but was put by Shri V.D. Deshpande under authorisation.

HYDERABAD LEGISLATIVE ASSEMBLY

Wednesday, 11th March, 1953.

The Assembly met at half past eight of the clock.

[MR. SPEAKER IN THE CHAIR.]

Starred Questions and Answers

Mr. Speaker : Let us take up questions.

Police Excesses

†*52 (74) *Shri V. D. Deshpande (Ippaguda)* : Will the hon. Minister for Home be pleased to state :

(a) Whether it is a fact that two constables of Gangaram Police Station raided the village Ramnagar of Bathapalli Sivaru in Madhira taluk, Warangal district on 25-12-1952 ?

(b) Whether it is also a fact that the said Police constables destroyed the hut the only dwelling place of a peasant by name Motapothula Nagulu and carried away a cart-load of wood under the orders of the Sub-Inspector of Police ?

(c) Whether it is true that the above Sub-Inspector necked out Shri Nagulu when he went to the Police Station for representing this case ?

(d) If so, for what reasons ?

ہوم منسٹر (شری دگمبر راؤ بندو) - اس سوال کے اجزاء اے - بی او سی کا جواب ہے نہیں - جزو ڈی کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال پیدا نہیں ہوتا ۔

Police personnel at Congress Session

*53 (75) *Shri V. D. Deshpande* : Will the hon. Minister for Home be pleased to state :

(a) the strength of extra police force including the plain clothed men stationed at various Railway Stations for Security purposes in connection with the visit of Ministers and other high personalities during the Congress Session in January, 1953 ?

†*Question was originally tabled by Shri Ch. Venkat Rama Rao but was put by Shri V.D. Deshpande under authorisation.

(b) the amount of money spent on transportation of police personnel from the Districts to the City and on other police arrangements ?

شری دگمبر راؤ بندو۔ جز اے کا جواب یہ ہے کہ ریلوے اسٹیشنس پر کوئی اکسٹرا پولیس (Extra police) مقرر نہیں کی گئی تھی البتہ مقررہ تعداد میں ریلوے پولیس ہانچ چھ روز تک ۲۴ گھنٹے کام کرتی رہی ہے۔ جزو بی کا جواب یہ ہے کہ مکمل حسابات وصول نہیں ہوئے ہیں۔ جو پولیس انتظاماً بلائی گئی تھی انکے ٹی۔ اے بلس (T.A. Bills) منظور ہونے میں دیر ہوتی ہے اسلئے مکمل حسابات نہیں مل سکے۔ اب تک جو حسابات آئے ہیں وہ (۱۰۶۶۳۱۰۰۰) روپیہ کے ہیں۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ اس پر ایک لاکھ خرچ ہونگے۔

شری وی۔ ڈی۔ دیشپانڈے۔ کیا یہ خرچ بچھلے سال کی کنٹینجینسیز (Contingencies) سے برداشت کیا جائیگا ؟

شری دگمبر راؤ بندو۔ ہاں۔ کنٹینجینسیز سے ہوگا۔

شری وی۔ ڈی۔ دیشپانڈے۔ اس ڈپارٹمنٹ کی کنٹینجینسی سے یا عام کنٹینجینسی سے ؟

شری دگمبر راؤ بندو۔ گورنمنٹ نے اپنی کنٹینجینسی سے اسکی منظوری دی ہے۔

شری وی۔ ڈی۔ دیشپانڈے۔ کیا اسکی وجہ سے کنٹینجینسی پر فارمل (Formal) خرچ سے زائد بارعائد نہیں ہوگا ؟

شری دگمبر راؤ بندو۔ اس کا ایڈجسٹمنٹ (Adjustment) بعد میں ہو سکتا ہے۔

شری وی۔ ڈی۔ دیشپانڈے۔ کتنے انسپکٹرس، کتنے سب انسپکٹرس، کتنے ایسرس اور پولیس یہاں بلائی گئی تھی ؟

شری دگمبر راؤ بندو۔ اسکی تفصیل میرے پاس اس وقت نہیں ہے۔ اگر آپ تفصیل چاہتے ہیں تو میں بعد میں دینے کے لئے تیار ہوں۔

BUSES ON P. W. D. ROADS

*59 (70) Shri R. P. Deshmukh : Will the hon. Minister for Home be pleased to state ;

(a) Whether Government are aware that several applications for permits to run buses on P.D.W. roads in Parbhani district were rejected on 3-2-1958 although, it was said by Government during the last session that there was no monopoly for bus permits ?

(b) Whether Government are also aware of the demand for increased bus services from the public?

(c) Whether Government would arrange for redressal of the grievances of the people ?

شری دگمبر راؤ بندو - جزو اے کا جواب یہ ہے کہ چار درخواستیں اسٹیٹ کیاربیج پرمٹ کے لئے مندرجہ ذیل روٹس کے لئے روڈ ٹرانسپورٹ اتھارٹی کے کنسیڈریشن (Consideration) کے بعد آئی تھیں۔

۱۔ پرہنی سے جنتوا ۲۔ پرہنی سے جنتوا اور بسمت براہ اونڈھا ۳۔ پرہنی سے بوری - ۴۔ مانوتھ روڈ سے اتھری - روٹس ۱ تا ۳ کے لئے جو درخواستیں آئی تھیں اونکو رس بنائے اور رد کر دیا گیا ہے کہ پبلک کی مانگ ان استوں پر زیادہ ہیں اور خاص صورتوں میں - گزسٹنگ آرٹرس (Existing operators) اپنی سروس اڈجسٹ کر کے آسانی سے پبلک کو فیسلی آئیٹیز (Facilities) پرووائڈ (Provide) کر سکتے ہیں - بارے میں ہدایات اجرا کئے گئے ہیں کہ وہ اپنی سروس کو ری اڈجسٹ (Re-adjust) کریں - جہاں تک روٹ نمبر (۴) کا تعلق ہے آر - ٹی - ڈی - نے اس کا نوٹ لیا ہے اور یہ طے کیا ہے کہ اڈوائٹائز منٹ (Advertisement) کے ذریعہ پبلک سے پرمٹ کے لئے درخواستیں طلب کی جائیں۔

جزوی کا جواب یہ ہے کہ گورنمنٹ پہلے تین روٹس (Routes) کے بارے میں بھی غور کریں گی کہ پبلک کو کیا فیسلی آئیٹیز مہیا کی جاسکتی ہیں - موجودہ صورت میں صرف ایک ہی روٹ کے لئے پبلک کا ڈیمانڈ ہے - اس نے جزوی کے جواب میں کہہ دیا ہے کہ ایک ہی راستہ کے لئے پبلک کا ڈیمانڈ (Demand) زیادہ ہے - اس وجہ سے یہ سوال پیدا نہیں ہوتا - جو اہیل کی گئی ہے وہ زیر تصفیہ ہے۔

آئی. رंगराव वेशमुख :- () :- جن چار درخواستوں کو کبھی نا منظور کیا گیا ہے ؟

شری دگمبر راؤ بندو - آر - ٹی - ڈی نے انی صوابدید سے نامنظور کیا ہے اہیل زیر تصفیہ ہے اس کے تصفیہ کے بعد معلوم ہوگا۔

آئی. रंगराव वेशमुख :- जब मोनापली (Monopoly) नहीं है हो दरखास्तों को ना मंजूर की गयी ?

Answers to starred Questions Nos. 54 (134), 55 (134-A), 56 (134-B), 57 (134) and 58 (159) under unstarred Questions and Answers.

شری دگمبر راؤ بندو - موٹر ویکل ٹرافک ایکٹ کے تحت ایسا کیا گیا ہے - انکو اختیار دیا گیا ہے کہ جنکی درخوستیں مناسب سمجھیں منظور کریں - انکی تجویز کی ناراضی سے اپیل کرنے کا اختیار دیا گیا ہے - حینانچہ اپیل کی گئی ہے جو زیردوران ہے -

شری: رंगराव देशमुख :- जब पब्लिक की मांग है की जायद बसेस होनी चाहियें तो तीसरी तारीख को चार बसेस मे से भी क्यों कमी कर दी गयी ?

شری دگمبر راؤ بندو - بیلک کے ڈیمانڈ کو ملحوظ رکھتے ہوئے آر۔ ٹی۔ دی اپنے صوابدید سے ریگولار ٹیر (Regularise) کرتا ہے -

شری وی ڈی - دیشپانڈے - ہم کو جو گریوینس (Grievances) بتائے گئے ہیں وہ یہ ہیں کہ پرائیویٹ بسیس اسٹانڈرڈ کے طریقے سے کام لیتے ہیں جسکی وجہ سے ایکسیڈنٹس (Accident) ہوئے ہیں اور عوام کی زندگی خطرے میں ہوئی ہے - میں جب برہنہ سے جنتور گیا تو میں نے خود ایسے حالات دیکھے ہیں - ایسی صورت میں میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا حکومت آر۔ ٹی۔ ڈی سرویس جاری کرنے کے بارے میں کچھ سوچ رہی ہے ؟

شری دگمبر راؤ بندو - یہ سوال ہمارے زیر غور ہے - لیکن اس وقت بسی کی تعداد اتنی نہیں ہے کہ ہر جگہ اضلاع میں سرویس جاری کئے جاسکیں - رانچور اور برہنہ کا مسئلہ بھی گورنمنٹ کے سامنے ہے - کچھ نئے بسیس ضرور آئے ہیں - لیکن انہیں جہاں جہاں شدید ضرورت ہے وہاں بھیجا جا رہا ہے - کوئی نیا ضلع ابھی تک ہم نے نہیں لیا ہے - البتہ جیسے جیسے نئی بسیس آئیگی دوسرے اضلاع میں بھی آر۔ ٹی۔ ڈی سرویس کو جاری کرنے کے بارے میں غور کیا جائیگا - جب تک کوئی سرکاری انتظام نہ ہو پرائیویٹ پارٹیز (Private Parties) کو اجازت دینا ہے -

شری: रंगराव देशमुख :- खानगी बसेस को बिजाजत देने का तसफिया कोन करते हैं ?
 श्री दगंबर राउ बंदो - ایک کمیٹی ہے جو اس کا تصفیہ کرتی ہے کہ کسکو اجازت دینی چاہئے -

شری: रंगराव देशमुख :- मिस्टर स्पीकर सर, हायस मे जो सवालात पूछे जाते हैं उनके सही जवाब मिलना चाहिये लेकिन जब हम सवाल करते हैं तो गव्हर्नमेंट बयारटीज जिनका बराबर जवाब नहीं देते। जो जवाब दिया गया है वह गलत है। जिस तरह के गलत जवाब

مسٹر اسپیکر .. جو جواب دیا جاتا ہے اسکو صحیح سمجھنا چاہئے جب تک کہ اسکے خلاف ثابت نہ کیا جائے -

شری وی۔ ڈی۔ دیشپانڈے - پرائیویٹ کمپنیز کی طرف سے گریوینس کے بارے میں جو شکایتیں آئی ہیں ان پر کیا اسٹپ لیا جا رہا ہے ؟

شری دگمبر راؤ بندو - جو شکایتیں آئیں ان میں یہ شکایت بھی تھی کہ پرائیویٹ بسی زیادہ پیسہ وصول کرتی ہیں - جو شکایتیں ہمارے پاس آئی ہیں انکے بارے میں

ہدایت کی گئی ہے کہ فوجداری مقدمات دائر کریں۔ پرائیویٹ کنسرن (Private concern) کو یہ وارننگ دی گئی ہے کہ اگر اس قسم کی شکایت دو بارہ وصول ہو تو انکو جو اجازت دی گئی ہے وہ رد کر دیا جائیگی۔

آئی. رंगराव देशमुख :- اب تک جن لوگوں نے وصول کر لیا ہے ان کے متعلق کیا کارروائی ہوگی؟ کیا انکو جن سے وصول کی گئی ہے رक्कम واپس دیا جائیگا؟

شری دگمبر راؤ بندو :- ان کے خلاف فوجداری کارروائی کی جاسکتی ہے۔

BUS CONTRACTORS

*60 (171) *Shri R. P. Desmukh* : Will the hon. Minister for Home be pleased to state :

(a) Whether Government are aware that certain bus contractors in Parbhani district are charging bus fares higher than the rates specified in the permits ?

(b) Whether Government have taken any steps to, punish such offenders ?

شری دگمبر راؤ بندو :- جیسا کہ میں نے اس سے پہلے کے سوال کے جواب میں کہا ہے، جزو اے کا جواب یہ ہے کہ موٹر وہیکل انسپکٹر پرہنی نے رپورٹ کی کہ چند آپریٹرز زیادہ چارج کر رہے ہیں یعنی ایک آٹھ فی میل سے زیادہ لے رہے ہیں اور یہ عمل سیلو سے جتنور روٹ پر ہو رہا ہے۔ یہ رپورٹ وصول ہونے کے بعد تحقیقات کے لئے پولیس کو لکھا گیا اور یہ ہدایت کی گئی ہے کہ اگر ایسا عمل دو بارہ کیا جائے تو جو اجازت دی گئی ہے وہ رد کر دیا جائے گی۔

آئی. رंगराव देशमुख :- اب تک جو زیادہ پैसे وصول کیا گیا ہے اسکو کیا کیا جائیگا؟

شری دگمبر راؤ بندو :- فوجداری مقدمات دائر کئے جاسکتے ہیں۔

آئی. रंगराव देशमुख :- اسکے بعد پولیس نے کیا کارروائی کی؟

شری دگمبر راؤ بندو :- اب تک کوئی رپورٹ وصول نہیں ہوئی ہے۔

آئی. रंगराव देशमुख :- دس لاکھ روپے جو زیادہ وصول کیے گئے ہیں کیا انکی واپسی کا انتظام کیا جائیگا؟

شری دگمبر راؤ بندو :- یہ رویہ گورنمنٹ کو وصول ہونے کا نہیں ہے۔ جو رویہ زائد وصول کیا گیا ہے وہ جرم ہے اور موٹر ٹرانفٹ رولس کی خلاف ورزی ہے۔ اسلئے فوجداری مقدمہ چلایا جاسکتا ہے۔

شری کے۔ ایل. रमभा राؤ :- جب ناجائز طور پر وصول کیا جاتا ہے تو بحق روکار جمع کیا جاسکتا ہے۔

مسٹر اسپیکر - یہ سبیشن (Suggestion) ہے -

*61 (172) *Shri R. P. Deshmukh* : Will the hon. Minister for Home be pleased to state :

(a) Whether Government are aware of the fact that certain bus contractors in Parbhani district are engaged in selling their road permits to the villagers with heavy profits ?

شری دگمبر راؤ بندو - جواب یہ ہے کہ گورنمنٹ کے پاس ایسے واقعات پیش نہیں ہوئے۔

شری. رंगराव देशमुख :-अनिकम टॅक्स दाखल करने पर रोड परमिट दी जाती है। परमिट तो बिजरा होती है लेकिन क्या वजह है कि अनिकम टॅक्स दाखिल करने का दाखिला नहीं होता ?

شری دگمبر راؤ بندو - انکم ٹیکس کا کوئی سوال نہیں ہے - جو روڈ پر مٹ دیا جاتا ہے ممکن ہے وہ بیچا جاتا ہو - لیکن گورنمنٹ کے علم میں ایسی کوئی بات نہیں آئی ہے -

شری. रंगराव देशमुख :-मालूम करें तो कोअी स्टेप नहीं लिया जाता है.

شری دگمبر راؤ بندو - میں نے کہا کہ ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی ہے -

ARREST OF MUNICIPAL COUNCILLOR

*62 (180) *Shri K. Vekatram Rao* (): Will the hon. Minister for Home be pleased to state :

(a) Whether it is a fact that Md. John, Municipal Councillor was arrested on 16th February, 1953, by the S.I. of Nalgonda ?

(b) Whether it is also a fact that the aforesaid S.I. refused to release him on bail and that he was taken to the Court with hands tied along the road ?

شری دگمبر راؤ بندو - ہاں - ۱۶ - فبروری سنہ ۱۹۵۳ ع کو کرائیم نمبر ۳۵ ہاتھ ۱۹۵۳ ع تحت دفعہ ۳۲۴ انڈین پینل کوڈ محمد جان میونسپل کونسلر کو گرفتار کیا گیا - یہ گرفتاری صبح ۹ بجے عمل میں آئی - ۱۱ بجے کے قریب انہیں مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا گیا - وہ وہاں ضمانت نہیں دے سکے - تقریباً ۵ بجے انہوں نے ضمانت داخل کی - اس وقت انہیں ضمانت پر رہا کیا گیا -

یہ واقعہ کہ انہیں رسی سے باندھ کر لیجا یا گیا صحیح نہیں ہے -

شری کٹارام ریڈی - کیا یہ صحیح ہے کہ وہ پولیس کے پاس ضمانت داخل کرنے کے لئے تیار تھے لیکن پولیس نے ضمانت لینے سے انکار کر دیا ؟

شری دگمبر راؤ بندو - جو ضمانت وہ دے رہے تھے وہ ناکافی تھی - اس لئے قبول نہیں کی گئی۔

شری کٹا رام ریڈی - کیا یہ صحیح ہے کہ گرفتاری سے پہلے سب انسپکٹر پولیس نے انکے گھر پر دھاوا کیا؟

شری دگمبر راؤ بندو - اسکی کوئی اطلاع گورنمنٹ کو نہیں ہے۔

شری کٹا رام ریڈی - کیا یہ صحیح ہے کہ اسی سب انسپکٹر کی کسٹڈی (Custody) سے پرسوں ہی ایک پرزور نکل گیا ہے؟

شری دگمبر راؤ بندو - سب انسپکٹرس کے بارے میں ایسے واقعات ہو سکتے ہیں۔ ہر ایک کی نسبت اس وقت جواب دینا نا ممکن ہے۔

شری کے ایل - نرسہاراؤ - محمد جان کورسی سے بانڈا ہکر لیجانے کا واقعہ کیا اسی سب انسپکٹر سے تحقیقات کروایا گیا؟

Mr. Speaker: It is for the Home Minister to make enquiries from particular persons.

شری کے - انت رام راؤ (پولیس نے کتنی ضمانت طلب کی تھی؟)

شری دگمبر راؤ بندو - ان سے معتبر ضمانت طلب کی گئی تھی۔ جو بھی ضمانت طلب کی گئی تھی انہوں نے اسکی تکمیل نہیں کی۔

شری جی - سری راملو (ضمانت کی مقدار کیا جرم کی سنگینی کے لحاظ سے ہوتی ہے؟)

شری دگمبر راؤ بندو - ضمانت جرم کے لحاظ سے نہیں بلکہ شخص کے لحاظ سے جاتی ہے کہ کونسے شخص سے کتنی ضمانت لی جانی چاہئے۔

شری وی ڈی - دیشپانڈے - اس ہاؤس کے آئریبل - بر جو وہاں رہتے ہیں۔ انہوں نے خود اپنی آنکھوں سے محمد جان کو رسیاں بانڈا ہکر لے جائے ہوئے دیکھا ہے کیا آپ کے پاس اسکی شہادت پیش کرنے پر اسٹپس (Steps) لئے جائینگے؟

شری دگمبر راؤ بندو - ہاں، ضرور۔

SENDI TREES AT NANALNAGAR

*63 (2) Shri M. Buchiah (Sirpur): Will the hon. Minister for Excise, Customs and Forests be pleased to state:

(a) the total number of Sendhi trees allotted for the supply of Neera at Nanalnagar Sarvodaya Scheme during the A.I.C.C. session in January, 1953?

(b) Were the trees paid for and numbered?

ایکسائز فار سٹس کسٹمس اینڈ ریونیو منسٹر (شری رنگا ریڈی) :- الف
نانل نگر سرودیه اسکیم میں بزمانہ کانگریس سشن جنوری سنہ ۱۹۵۳ء نیرہ کی سربراہی کے لئے
کوئی درخت سیندھی مختص نہیں کئے گئے۔ البتہ بٹن چرو کے گڑ سازی کے لئے گذشتہ
چند سالوں سے جو درخت سیندھی دئے جاتے تھے ان کے منجملہ (۴۰۰) درختوں کا نیرہ
بزمانہ کانگریس سشن استعمال کیا گیا۔

ب۔ قواعد نیرہ سنہ ۱۹۵۱ء کے دفعہ ۱۰ کے تحت درختان کی نمبر اندازی کی گئی
نہی اور محصول درختان اسلئے وصول نہیں کیا گیا کہ محصول آپکاری صرف اشیاء منشیات
سے وصول کیا جاتا ہے۔ نیرہ اور گڑ چونکہ منشیات کی تعریف میں داخل نہیں ہیں اسلئے
بلحاظ قواعد نیرہ سنہ ۱۹۵۱ء اسے درختان پر جو ان اغراض کے لئے مختص کئے گئے
محصول عائد نہیں کیا گیا۔

شری ایم۔ پچیا :- کیا وہ درختان اب بھی تراشے جاتے ہیں؟

شری وینکٹ رنگا ریڈی :- ہاں یہ درخت گڑ سازی کے لئے تراشے جاتے ہیں۔

شری جی۔ ہنمنت راؤ (ماوگ) :- کیا کانگریس والے نیرہ پیتے ہیں؟

(Laughter)

Mr. Speaker: That question cannot be allowed.

INSECTICIDE SPRAY

†*64 (73) Shri V. D. Deshpande: Will the hon. Minister for Agriculture & Supply be pleased to State:

(a) Whether the insecticide was sprayed on Chana in Jawaripati village of Sircilla taluks by the District Agricultural Department in the month of December 1952 at the requests of the local peasants?

(b) Whether it is a fact that the crops got completely dried up due to the above spraying?

(c) If so, what steps have been taken by the concerned Department to meet the losses suffered by the peasants?

† This question was originally tabled by Shri Ch. Venkatarao, but the same was put by Shri V. D. Deshpande on authorisation.

THE MINISTER FOR AGRICULTURE & SUPPLY

(Dr. M. Chenna Reddy) :

(a) Yes.

(b) No.

(c) The question does not arise.

شری وی۔ ڈی۔ دیشپانڈے سوال کے پہلے جزو کا جواب ”ہاں“ دیا گیا تو کیا اسکی تحقیقات کرائی گئی کہ اس کی وجہ سے نقصان نہیں ہوا ہے ؟

ڈاکٹر ایم۔ چناریڈی۔ اسکی تحقیقات کی گئی۔ جو ایلڈ (Yield) ہوئی اسکی بھی تحقیقات ہوئی۔ ۲۷.۶۵ وزٹ فی ایکڑ وہاں پیداوار ہوگئی۔ اگر یہ اسپرے نہیں کیا جاتا تو اندیشہ تھا کہ وہاں پیداوار کو نقصان پہنچ جاتا۔

شری وی۔ ڈی۔ دیشپانڈے۔ ٹوٹ پٹی کا واقعہ جس طرح ہمارے سامنے ہے کیا اسی طرح اس سال کسی اور جگہ پر دوا چھڑکنے سے نقصان ہوا ہے ؟

ڈاکٹر ایم۔ چناریڈی۔ میں نے عرض کیا ہے کہ نقصان نہیں ہوا ہے کسی دوسری جگہ نقصان ہونے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

شری اننت راؤ (سرسلہ) اگر نقصان ہو تو کیا معاوضہ دیا جائیگا ؟

Mr. Speaker : It is not a question. It is a suggestion.

Dr. M. Chenna Reddy : There is no question of ‘Nuksan’ at all.

COLLECTION OF LEVY

*65 (254) Shri Vishwasrao Patil (Parenda) : Will the hon. Minister for Agriculture and Supply be pleased to state :

(a) Whether the Tahsildar of Parenda, Osmanabad District has issued orders to the patel, patwaris to collect levy (Jowar) compulsorily from the Agriculturists ?

(b) Whether any such orders have been issued by the Supply Department ?

Dr. M. Chenna Reddy : (a) & (b) No.

TEMPLE FUNDS

*66 (44) Smt. S. Laxmi Bai (Banswada) : Will the Hon. Minister for Law and Endowments be pleased to state :

(a) the amount of collections from temples ?

(b) the manner in which the funds are utilised for the welfare of the State ?

شری رنگا ریڈی - الف - منادر کی آمدنی حسب ذیل تین اقسام پر مشتمل ہے -

۱ - آمدنی ارضیات جاگیر و اراضیات انعام -

۲ - آمدنی یومیہ سالیانہ - ماہوارات و دیگر عطیات نقدی -

۳ - کرایہ امکنہ و نیازات -

مدات صدر کے تحت پوری ریاست میں منادر سے جو آمدنی وصول ہوتی ہے اوسکی مقدار دس لاکھ تریالیس ہزار پانچ سو اچاس ہے -

ب - دستور العمل اوقاف کے دفعہ (۱۵) کی رو سے جائیداد موقوفہ کی آمدنی ان اغراض پر صرف ہوگی جنکے لئے واقف نے جائیداد کو وقف کیا ہو - ایسی آمدنی کا کچھ حصہ جائداد موقوفہ کی نگہداشت پر صرف کیا جاتا ہے - کسی صورت میں بھی بلحاظ دستور العمل اوقاف جائیداد موقوفہ کی آمدنی ایسے اغراض کی تکمیل پر صرف نہیں کیجاتی جو واقف کے ذاتی قانون و مذہب کے خلاف ہو - دستور العمل اوقاف کی دفعہ (۱۳۹) کی رو سے نذر و نیازات کی آمدنی بلحاظ خواہش واقف صرف کی جاتی چاہئے اور اگر ایسی کوئی خواہش موجود نہ ہو تو جائداد موقوفہ کی نگہداشت کیلئے اس آمدنی کو صرف کیا جاتا ہے - جائداد موقوفہ کے انتظام اور آمدنی کے صحیح مصرف کی منجانب گورنمنٹ موثر نگہداشت کیجاتی ہے اور اسکے باضابطہ بجٹ مرتب ہوتے ہیں - بڑے بڑے منادر کی آمدنی سے حسب ذیل رفاہی امور انجام دئے جاتے ہیں جنکے اخراجات کی سبیل منادر کی آمدنی سے ہوتی ہے -

۱ - تعلیمی ادارہ جات مثلاً مدارس سنسکرت - ویدک و مذہبی ادارہ جات -

۲ - تنصیب برقی روشنی و انتظام سربراہی آب نوشیدنی -

۳ - تعمیر سڑک برائے سہولت زائرین -

۴ - دیگر رفاہی امور -

شریمنی سنگم لکشمی بانی - کیا منسٹر صاحب بتلا سکتے ہیں کہ اس سال بندوبست کے لئے کتنے فنڈس سے کتنے ودھیا رتھیوں (विद्यार्थियों) کو کتنے کتنے اسکالرشپس دئے گئے؟

شری وینکٹ رنگا ریڈی - اسکے لئے نوٹس کی ضرورت ہے - میں یہ تعداد تو اس وقت نہیں بتلا سکتا -

شریمنی سنگم لکشمی بانی - اس رقم کا کتنا پرموشیج ایجوکیشن پر خرچ کیا جاتا ہے؟

شری وینکٹ رنگاریڈی۔ یہ ہر مندر کی آمدنی اور اس کے اخراجات پر منحصر ہے۔ جس مندر کی آمدنی میں جس تناسب سے تعلیم پر خرچ کا تناسب ہے اسی لحاظ سے خرچ ہوتا ہے۔

شریمتی سنگم لکشمی بائی۔ کیا یہ صحیح ہے کہ عام طور پر یہ رقم مندروں میں آنے جانے والوں کے کھانے پر صرف کردیجاتی ہے۔

شری وینکٹ رنگاریڈی۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ البتہ جیسا کہ میں نے کہا اگر واقع نے ایسی ہدایت کی ہو کہ جائداد وقف کی آمدنی مندرجہ آنے والوں کے کھانے پینے پر صرف کیجائے تو ایسا ہی کیا جاتا ہے۔ ضابطہ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ وقف کی خواہش کو ترجیح دیجائے۔

شریمتی سنگم لکشمی بائی۔ کیا آئریبل منسٹر یہ بتلا سکتے ہیں کہ کتنے مندر کے ٹرسٹیز (Trustees) اچھی طرح کام کر رہے ہیں ؟

شری وینکٹ رنگاریڈی۔ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ جتنے بھی مندر کے منتظمین ہیں وہ اچھی طرح ہی کام کر رہے ہیں۔ اگر کسی کا کام اچھا نہ ہو تو شکایت ہوتی ہے۔ اور فوراً شکایت کی تحقیقات کرائی جاتی ہیں۔ اگر واقعی اکا کام خراب ہو تو انہیں نکال دیا جاتا ہے۔

شری وی۔ ڈی۔ دیشپانڈے۔ کیا کسی مندر کے ٹرسٹیز میں انڈومنٹ ڈپارٹمنٹ کے اعلیٰ عہدہ دار بھی ہیں ؟

شری وی۔ رنگاریڈی۔ منتظمین ڈپارٹمنٹ کی جانب سے ہی مقرر کئے جاتے ہیں۔ مندروں کی کمیٹیوں کو مقرر کرنے کا بندوبست محکمہ ہی کرتا ہے۔

شری وی۔ ڈی۔ دیشپانڈے۔ میرا سوال بالکل برعکس ہے۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا ڈپارٹمنٹ کے صدر کسی مندر کے متولی ہو سکتے ہیں ؟

شری وینکٹ رنگاریڈی۔ ڈپارٹمنٹ میں متولی نہیں ہوتے۔ متولی تو وہی شخص ہوتا ہے جسے واقع مقرر کرے۔

شری وی۔ ڈی۔ دیشپانڈے۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا انڈومنٹ ڈپارٹمنٹ کے ہیڈ بھی کسی مندر کے متولی ہو سکتے ہیں ؟

Mr. Speaker : If the hon. Members know the person, why not name him directly ?

(Laughter)

شری وی۔ ڈی۔ دیشپانڈے۔ خرچ کے جو دو تین بذات بتلائے گئے ہیں ان میں سے ہر ایک پر کتنا خرچ ہوتا ہے ؟

شری وینکٹ رنگا ریڈی - ہر مد پرخرج کی تفصیل بتلانے کیلئے نوٹس کی ضرورت ہے۔

شری وی۔ ڈی۔ دیشپانڈے - کیا آنریبل منسٹر اس سے واقف ہیں کہ ترمبک لال ڈائریکٹر انڈومنٹ کشن باغ کے متولی ہیں؟

شری وینکٹ رنگا ریڈی - میں یہ تو جانتا ہوں کہ وہ ڈائریکٹر انڈومنٹ ہیں۔ لیکن کشن باغ کے متولی ہونا میرے علم میں نہیں مجھے اس صیغہ کو لئے دو چار روز ہی ہوئے ہیں اس لئے میں اس سے واقف نہیں ہوں۔

شری وی۔ ڈی۔ دیشپانڈے - کیا آنریبل منسٹر اس سے واقف ہیں کہ انہوں نے کئی سال سے کشن باغ کے اکاؤنٹس (Accounts) میں نہیں کئے ہیں؟

Mr. Speaker: He will enquire into it.

شری وینکٹ رنگا ریڈی - اسکے لئے بھی نوٹس چاہئے۔

آئی. فلولچند گاندھی (اُممرگا) :- تالجاپور کے اंबाबाजी देवल की क्या हालत है? क्या यह देवल बेंडोमेंट के तहत आता है?۔

شری کے۔ وی۔ رنگا ریڈی - اسکے لئے بھی علحدہ نوٹس چاہئے۔

آئی. فلولچند گاندھی :- کیا اسکے لیے بھی نوڈیس چاہیے؟

Mr. Speaker: He is not aware of it at present.

شری وی۔ ڈی۔ دیشپانڈے - کیا اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ ڈپارٹمنٹ حال ہی میں منسٹر صاحب کے پاس آیا ہے؟

Mr. Speaker: The hon. Members know it.

Unstarred Questions And Answers

H.S.R.P. CAMPS

*54 (184) Shri G. Sreeramulu: Will the hon. Minister for Home be pleased to state:

Whether the Hon'ble Minister for Home is aware that the H.S.R.P. Camps in rural area are causing inconvenience to the people?

Shri D. G. Bindu: No; they are not inconvenience to the peaceful villagers. Only the Anti-social element and law breakers find the existence of these. Camps, a hindrance to the furtherance of their nefarious activities.

*55 (134A) *Shri G. Sreeramulu* : Will the hon. Minister for Home be pleased to state :

- (a) the taluqs in the State where the H.S.R.P. is stationed ?
- (b) the period for which these have been stationed ?

Shri D. G. Bindu : (1) H.S.R.P. Camps are now in the Districts of Warangal North, Warangal South, Nalgonda, Karimnagar, Nizamabad, Medak, Hyderabad district and Mahbubnagar. Their location is periodically reviewed according to the situation of law and order.

(2) The period is indefinite and depends on law and order.

*56 (134B) *Shri G. Sreeramulu* : Will the hon. Minister for Home be pleased to state :

(a) Whether any non-mulkies have been absorbed in the H.S.R.P. ?

(b) If so, the percentage of outsiders therein ?

(c) Whether there is any scheme to train mulkies in H.S.R.P. to replace the non-mulkies ?

(d) Whether there is any proposal to open Police Stations in villages of various taluks after the removal of the H.S. R.P. Camps ?

Shri D. G. Bindu : Yes. Recruitment to H.S.R.P. Battalions in the first instance, was open to Ex-servicemen from all parts of the country.

(b) Mulkies 40%

(c) Non-mulkies 60%

Yes, a scheme for a training Centre for training Mulkies to replace outsiders ultimately is under consideration.

(d) No ; at present there is no such scheme under consideration.

*57 (135) *Shri G. Sreeramulu* : Will the hon. Minister for Home be pleased to state :

Whether any proposal to give some more chances to the failed candidates to appear for the High Court Pleader's examination is under the active consideration of the Government?

Shri D. G. Bindu : Government has already decided to give one more chance to the candidates to appear in the 1st & 2nd grade Pleaders Examinations under the Legal Practitioner Act which is being amended to give effect to this decision.

The rules under the Legal Practitioner Act are being scrutinized in the Legal Department. Immediate action will be taken after the Rules are finalised.

58 (159) *Shri Srihari* : Will the hon. Minister for Home be pleased to state :

Whether it is a fact that all the appointments of Special Prosecuting Officers in the State are on temporary basis ?

(b) If so, what will be their future ?

(c) Whether there is any proposal before the Government to make the posts permanent and pensionable ?

(d) If not, why the S. P. Os. are not allowed to practice on the Civil Side ?

Shri D. G. Bindu : yes. (b) and (c) This case is under consideration of the Government. (d) Under Art.14 of the Government Servants' Conduct Rules, a Government servant, whether temporary or permanent may not engaged in any trade or undertake any employment.

POLICE EXCESSES

26 (35) *Shri Ch. Venkat Ram Rao* : Will the hon. Minister for Home be pleased to state :

(a) Whether it is a fact that a Police Daffedar, Papayya by name and a constable of Chintakani Police Station beat severely Kamakanti Nagayya and five other Harijans of Pallepadu village on 10-12-1952?

(b) Whether any representation was made to the concerned Deputy S.P. in this regard?

(c) If so, what action has been taken on the matter?

Shri D. G. Bindu : (a) No, it is not a fact.

(b) Yes.

(c) Enquiries were made by the Deputy Supdt. of Police who found the allegations to be baseless and unfounded.

ARREST WARRANTS

27 (51) *Shri K. Venkat Ram Rao* : Will the hon. Minister for Home be pleased to state :

(a) Whether warrants for arrests are pending against the following persons of Nalgonda district ?

1. *Shri Devulapalli Venkateswara Rao* of Suraypet taluk.
2. *Shri C. Tirmal Rao*, Suraypet taluk.
3. *Shri Bhimreddy Narshimhareddy* of Suryapet taluk.
4. *Shri Dodda Narsayya* of Huzurnagar taluk.
5. *Shri Madhavarao* of Huzurnagar taluk.
6. *Shri Arebandi Laxminarayana* of Huzurnagar taluk.
7. *Shri Medarmatla Mattyya* of Huzurnagar taluk.
8. *Shri B. Yalmanda* of Nalgonda taluk.
9. *Shri Palkurti Somayya* of Jangaon taluk.
10. *Shri Nermayal Krishna Murty* of Jangaon taluk.
11. *Shri Venkat Narsimha Reddy* of Bhongir taluk.

(b) If so, for what and under which law?

(c) The places where the respective persons are said to have committed the offences and names of the complaints?

Shri G. D. Bindu : There are no warrants either in Criminal cases or under the Preventive Detention Act or Public Safety Measures Act, pending against the individuals at Serial Nos. 1 to 10. But there are two warrants pending against the individual at S. No. 11.

(b) and (c). In the case of individual at S. No. 11 the warrants were issued by the Munsiff-Magistrate, Bhongir, in Crime Nos. 20/50 of P.S. Bhongir and 3/50 of Police Station Ramayanpet, both under sections 33 and 37 of D.R.R. and Section 15 of P.S.M. Act.

Budget—General Discussion

Mr. Speaker : Let us now proceed to item No. 3 : 'Budget—General Discussion'. We can take up item No. 2 later on.

Was anybody on his legs yesterday when the House was adjourned?

(Pause)

Shri Papi Reddy (Ibrahimpattam-General) : May I continue my speech, Sir? I started my speech only three minutes before the adjournment of the House.

Mr. Speaker: That is why, I particularly asked whether anybody was on his legs?

شری پانی ریڈی - مسٹر ایڈیٹر - کل میں عرض کر رہا تھا کہ ایک سال کا دور گزر جانے کے بعد بھی کامن مین (Common man) کے اسٹانڈرڈ آف لیوننگ (Standard of living) میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اس کے نتیجہ میں ہم یہ کہنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ بجٹ کے بارے میں ہم نے اور ایلک نے جو امیدیں رکھی تھیں وہ پوری نہیں ہوئیں۔ میں اس بجٹ ششن کے موقع پر یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اس بجٹ کے بنانے والوں کی ذہنیتوں میں کوئی فرق نہیں آیا۔

(Land arrears) کل آریبل سببر فار چادر گھاٹ نے یہ کہا کہ لینڈ ایریرس وصول کرتے ہیں گو نمٹ نہ ناکام رہی ہے۔ اوس کے لئے مناسب تدابیر اختیار نہیں کی گئیں ۔ میں بھی یہی کہتا ہوں ۔ مگر ایسا کہنے سے پہلے میں اس کی ہسٹری بوجھنا چاہتا ہوں کہ یہ ایریرس کن کے نام باقی ہیں ۔ کیا یہ ایریرس چھوٹے چھوٹے کاشتکاروں کے نام باقی ہیں ؟ کیا چھوٹے چھوٹے بٹہ دار باقی ہیں ۔ کیا بروٹیکنڈ ٹیننٹس (Protected tenant) باقی ہیں ؟ یا وہ مکار پٹیل پٹوری کے نام باقی ہیں جو کوئی سالوں سے اس رقم کو ڈپ کر کے بیٹھے ہیں ۔ مجھے اس سلسلہ میں هاؤس کے سامنے ایک مثال دینی پڑیکی ، جسے من کرشاند اوس جانب کے آریبل دوست بھی چونک اٹھینگے ۔ علی حضرت بندگانعالی راج برمکہ میر عثمان علی خاں کے نام صرف ابراہیم پن میں (۱۸) ہزار روپیہ تے ایریرس باقی ہیں ۔ معلوم نہیں پورے اسٹیٹ میں کتنے لاکھ روپیہ اون کا بقایا ہے ۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ہمارے آریبل چیف منسٹر نے جر ایک زمانہ میں ریونیو منسٹر تھے اور جوکل تک بھی ریونیو منسٹر رہ چکے ہیں اور آج ریونیو ماننس ٹرنوسی (Revenue minus tenancy) منسٹر ہیں ؛ اوں سے یہ رقم وصول کرنے سے کیون قاصر رہے ۔ کیا وہ اس فرد سے رعایت کرنا چاہتے تھے ؟ اگر آج کوئی چھوٹے کاشکار کے نام معمول سی رقم باقی رہ جاتی تو اوسکے پیل بندی اور دوسری چیزیں تحصیل میں پہنچ جائیں ۔ مگر میر عثمان علی خاں سے یہ رقم وصول کرنے کے لئے کسی کے پاس ہمت نہیں ۔ محبوراً مجھے یہی کہنا پڑیکا کہ یہ وہی ذہنیت ہے جسکے اشرفیاں لیکو رنگ کوٹھی میں مقید رکھا گیا کرتے تھے ۔ راج برمکہ کو (۵۰) لاکھ آپ دیتیے ہیں اور ۔ سر کی جانب سے

(.) لاکھ دے جانے ہیں - کم از کم یہ لینڈ ایریس تو اوس میں ڈیڈ کٹ کر لینا چاہئے نہا - کہا جاتا ہے کہ حکومت لینڈ ایریس وصول کرنے میں (Deduct) نرمی سے کام لیتی ہے - میں کہتا ہوں کہ یہ نرمی نہیں ، بزدلی ہے - حکومت بزدلی سے کام لیتی ہے - ایک دفعہ چیف منسٹر نے کہا تھا کہ ان ریم غلامانہ بالیسی کا الزام اگیا جانا ہے - کیا ایسی ایسی کو نیم غلامانہ نہیں کہہ سکتے ؟ اس سلسلہ میں اور بھی مختلف پائنٹس (Points) ہیں - غریب کسانوں کے اس رسائل ہوتی ہیں - ہٹیل ہٹواریوں کی اون دستخط ہوتی ہے کہ رقم ادا کر دی گئی - اس کے باوجود اون آر نرس سرو (Serve) کئے جاتے ہیں - جب غریب کسان رسائل لیکر تحصیل میں پہنچتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ رقم جوں کی توں ہے - کانگریس پارٹی اڈمنسٹریشن سمیٹھانے کے بعد تو کم از کم ان واقعات کو دور کرنا چاہئے تھا - اگر ایسے ہڑب کرنے والے ہٹیل ہٹواریوں سے کسانوں کو محفوظ رکھتے تو بہتر نہا - اگر مناسب انتظامات کئے جاتے تو لینڈ ایریس (Land arrears) کے فیکرس گھٹ سکتے - اوس طرف کے ہارے چند معزز دوستوں نے کہا کہ ایوزیشن والے آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں بتاتے - ہر وقت ڈیمانڈس کرتے ہیں - میں کہوں گا کہ حکومت کے اس کافی ذرائع موجود ہیں - مگر اون کو استعمال کرنے سے وہ قاصر ہے - وہ اون کا استعمال کرنا نہیں چاہتی - اوس طرف کے ایک آرہیل ممبر نے کہا کہ آبکاری کے مستاجرین کی سازش کی وجہ سے لاس (Loss) ہوا ہے - میں اون آرہیل ممبر سے کہوں گا کہ اب آپ آبکاری کی آمدنی آرہیں بیٹھ سکتے - اب آپ نیرہ کا اڈوارٹائزمنٹ (Advertismen) نہیں کر سکتے - جب نیبرنگ اسٹیٹس (Neighbouring States) ڈرائی (Dry) ہو چکے ہیں تو یہاں بھی اوس کو بند کرنا پڑیگا - ہائیچ دس سال میں ضرور آبکاری کی آمدنی گھٹ جائیگی - اس وقت تک دوسرے ذرائع کا استعمال کرنا پڑیگا - اور آبکاری کی آمدنی کو گھٹانا پڑیگا - جو الزام لگایا گیا ہے کہ آبکاری کے مستاجرین نے سازش کی ہے غلط ہے - یہ اون کے رائٹس (Rights) ہیں کہ ہراج کے وقت آئیں یا نہ آئیں - یہاں یہ کیوں نہیں کہا گیا کہ اس میں ڈپارٹمنٹ کی بھی سازش ہے ؟ ظاہر ہے کہ جب آپ آبکاری کے مستاجرین پر شبہ کریں گے تو دوسروں کو بھی آپ کے ڈپارٹمنٹ پر شبہ ہوگا - یہ کہہ کر کہ مستاجرین آبکاری نے سازش کی آپکو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے - کیا ایسی چیزیں کہنے سے ایک کامن میان (Common man) جو اسٹریٹس (Streets) میں بھرتا ہے اسکی تسلی ہو جائیگی ؟

اس مختصر سے وقت میں میں کافی پائنٹس کلیر (Clear) نہیں کر سکتا لیکن پھر بھی دو تین پائنٹس کلیر کروں گا - کل ایک آرہیل ممبر نے ہمارے متعلق کہا کہ یہاں تو کوآپریشن کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہیں لیکن دیہاتوں میں جا کر کچھ اور پروہگنڈہ کرتے ہیں - اس سلسلہ میں نان ملکی موومنٹ (Non-mulkies Movement) کی جانب بھی اشارہ کیا گیا - مجھے اس سلسلہ میں تھوڑا سا تبصرہ کرنا پڑیگا - حکومت کی

جانب سے بیانات آنے ہیں جن میں کسی پولیٹکل پارٹی یا جماعت پر الزام نہیں لگایا گیا۔ لیکن اودھر کے ایک آنریبل ممبر نے کہا کہ آپ کے بازو بیٹھنے والے صاحب کی صدارت میں اس مومنٹ کو انسپائر (Inspire) کیا گیا۔ جہاں تک مجھے اور کئی اوس جانب کے ممبروں کو معلوم ہے کہ وہ اس مومنٹ کے بانی مبانیوں میں سے نہیں تھے۔ اس مومنٹ کے سلسلہ میں یہ ریزن اہل (Reasonable) مطالبہ تھا کہ لوکل ٹیلنٹس (Local Talents) کو بھی موقع ملے۔ لیکن اب کی حکومت کے آفسروں نے اس کے متعلق جو اندازہ لگایا وہ غلط تھا۔ اس مومنٹ کا غلط رویہ نہ انداز کیا گیا اور باہر کے لوگوں کو غلط باور کرایا گیا۔ ۳ اور ۴ ستمبر کا واقعہ جو حیدر آباد سٹی میں ہوا وہ ہمیشہ ایک کنٹریبیوٹن بنامہیگا، چاہے ہائی کورٹ کی انکوائری کا فیصلہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ خواہ کسی کو بھی آپ ڈیشنشن میں رکھیں اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ بڑے بڑے چارجس لگائے گئے اور کئی لوگوں کو جیل بھیجا دیا گیا۔ میں بھی اون میں سے ایک ہوں جنہیں ڈیشنشن میں رکھا گیا۔

اب میں پولیس بجٹ کی طرف آتا ہوں۔ اس سلسلہ میں میں آنریبل ہوم منسٹر سے صاف صاف کہہ رہا تھا کہ بجٹ میں پولیس کے لئے اتنا صرفہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اب کے اس پولیس کی جو جمعیت ہے وہ اس قابل نہیں ہے کہ اوس کو پولیس کی جماعت کہا جائے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں سرویس میں تھا تو یہ بتایا گیا تھا کہ کسی ملک کے اخلاق کو پہچاننے کے دو ذرائع ہیں، ایک فوجی سپاہی اور دوسرے سیول پولیس۔ لیکن ہماری پولیس کا کیا حال ہے؟ میں مثال دیتا ہوں۔ فائرنگ کے روز میرے بازو مونہا اور شیوکار لال تھے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ وہ بری طرح شیوا (Shever) کر رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ ملیریا کا اٹاک (Attack) ہوا ہے اور سردی سے کانپ رہے ہیں۔ کیا یہی ہمارے پولیس آفسر ہیں؟ مجھے یہ دیکھ کر مجبوراً یہ کہنا پڑتا ہے کہ جس ڈپارٹمنٹ پر آپ اتنی رقم خرچ کر رہے ہیں وہ پولیس ڈپارٹمنٹ کہلانے کا مستحق نہیں۔ صرف خاکی وردیاں اور تھری ناٹ تھری (۳.۳) دیکر اسٹوڈنٹس پر گولی چلانے کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ وہ ٹریننگ بھی برابر نہیں ہے۔ میں آپ کو ایک انسائیڈنٹ (Incident) بتاؤں گا۔ جب سوامی شردھانند جی کا قتل ہوا تو قاتل کو سزا دی گئی۔ لیکن مجسٹریٹ نے غلطی سے لاش کو ایک کو ہینڈ اوور (Hand over) کر دیا۔ ایک لاکھ کا مجمع لاش کو ہتیار کے ساتھ لیکر نکلا۔ جب پولیس کو یہ غلطی معلوم ہوئی تو وہاں کے آفیسر (Officials) نے ایک ہتھکنڈے کو حکم دیا کہ اس مجمع سے لاش کو لے آئیں۔ ہتھکنڈے گئی اور وہاں دو قانون شکن اور لاش لے لی گئی۔ لیکن ہمارے جہاں کی پولیس اتنی نا اہل ہے کہ وہ اس کا انتظام نہیں کر سکتی۔ وہ چاہتی تو پہلے روز ہی انتظام کر سکتی تھی۔ لیکن اوس نے تو ہلک کو گریاں کھانے کی دعوت دی۔ میں نے فائرنگ کے سلسلہ میں ایک ٹیکنیکل پرسنٹی (Technical Personality) کی حیثیت سے اسٹیٹ منٹ دی ہے۔

میں آنریبل ہوم منسٹر سے یہ بھی کہہ دوں گا کہ دیہاتوں میں لائینڈ آرڈر (Law and order) کا اڈمنسٹریشن نہیں ہے ۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہم ہی تو لائینڈ آرڈر کو بگاڑنے والے ہیں ۔ خیر ہم کو تو چھوڑے ۔ ہم کیا کرنے والے ہیں ، آپ کو تو پتہ بھی نہیں چلتا ۔ لیکن جو دیہات میں قتل اور ڈکیتیاں ہوتی ہیں اون کا انتظام کیوں نہیں کیا جاتا ؟ آپ کے لائینڈ آرڈر کے اڈمنسٹریشن کی بنیاد ہی غلط ہے ۔ سب انسپکٹرس کے ریکروٹمنٹ (Recruitment) کو ہی دیکھ لیجئے ۔ کس طرح وہاں ریکروٹمنٹ کیا جاتا ہے ؟ اگر میں یہ بتاؤں تو آنریبل ممبرس کو برا معلوم ہوگا ۔ ہمارے اڈمنسٹریشن کے جو بنیادی آفسرس ہیں اور جہاں سے آفسروں کا درجہ شروع ہوتا ہے وہاں ریکمنڈیشنس (Recommendations) قبول کئے جاتے ہیں ۔ کس قسم کے لوگوں کو ریکروٹ کیا جاتا ہے وہ خود آپ کے سامنے ہے ۔ ان کے ریکروٹمنٹ کے سلسلہ میں ہائٹ (Height) کا معیار رکھا گیا ہے ۔ فٹ ۵ انچ ۔ لیکن اگر کوئی آنریبل ممبر کی جانب سے سفارش پیش ہو جائے تو وہ فٹ ۳ انچ کے آدمی کو بھی ریکروٹ کر لیا جاتا ہے ۔ آپ اتنی بڑی رقم تو خرچ کرتے ہیں ۔ لیکن اون کے ریکروٹمنٹ پر توجہ نہیں دیتے آپ اون کو عوام کی صحیح خدمت کی ٹریننگ دینے کی بجائے لوگوں کے گھروں میں ہتیار رکھ کر انہیں برآمد کرنے کی ٹریننگ دیتے ہیں ۔ اپوزیشن کو دبانے کے لئے پولیس کو ٹریننگ دیجاتی ہے ۔ گرومور فوڈ کامپین (Grow-more food Campaign) کا نعرہ لگایا جاتا ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ دیہات میں ڈیولپمنٹ کا کام کیا جا رہا ہے ۔ لیکن اگر کوئی وہاں جا کر دیکھے تو معلوم ہوگا کہ کوئی ڈیولپمنٹ نہیں ہے ۔ بلکہ حالت روز بہ روز بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے ۔ ٹینکس (Tanks) کی حالت خراب ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ فیر ویدھر روڈس (Fair Weather road) بنائے گئے ہیں ۔ لیکن وہ روڈس دیہاتیوں کے کی بندھی کے لئے بنائے ہوئے راستوں سے بھی خراب ہیں ۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جن چیزوں کو ہمیشہ نظر رکھنا چاہئے نہیں رکھا جاتا ۔ گاؤں کو ڈیولپ (Develop) کرنے کے لئے ہمارے پاس پلاننگ کمیٹیاں ہیں ۔ ہمارے ایک دوست نے فرمایا کہ امریکن ماڈل پر گھر بنانے کا پلان ہے ۔ پلاننگ ڈپارٹمنٹ کی طرف سے ماڈل ہاؤس (Model House) بنانے کا پلان بنایا جاتا ہے ۔ مگر یہ نہیں دیکھا جاتا کہ لوگوں کی حقیقی ضروریات کیا ہیں ۔ دیہاتیوں کو واقعی کس چیز کی ضرورت ہے ؟ انہیں گھر کی ضرورت ہے ۔ پانی کی تکلیف ہے یا کس چیز کی ضرورت ہے ؟ امریکہ کے پلاننگ کو یہاں ٹھونسنے کی کوشش کی جاتی ہے ۔ یہ حالت ہے ہمارے پلاننگ ڈپارٹمنٹ کی ۔ گورنمنٹ کو ایسی چیزوں کے لئے سرمایہ انوسٹ (Invest) کرنا چاہئے جو عوام کی ضروریات کی ہیں ۔ تالابوں کی مرمت کی جانی چاہئے ۔ باؤلیاں کھدوانا چاہئے ۔ یہ وہ ذرائع ہیں جو ملک کی دولت میں اضافہ کا موجب ہو سکتے ہیں اور ملک کی ضروریات کو پورا کر سکتے ہیں ۔ میں نے اس بارے میں پی ۔ ڈبلیو ۔ ڈی ۔ منسٹر

بھی کہا ہے کہ اس طریقہ سے فوڈ پرابلم (Food problem) کو حل کیا جاسکتا ہے بہت سے ایسے تالاب ہیں جنکی پچھلے ایس سال سے (جب سے کہ میں نے ہوش سنبھالا ہے) مرست نہیں ہوئی ہے ۔ بڑے بڑے براجکٹس بنانے سے پہلے ان کو درست کرنا چاہئے تاکہ پانی جو بیکار ضائع جا رہا ہے اسکو کاشت کے کام میں لایا جاسکے اور ملک کی پیداوار میں اضافہ ہو سکے ۔ مگر اسپر توجہ نہیں کی جاتی بلکہ کمیونٹی پراجکٹس (Community Projects) اور ہوزنگ اسکیم (Housing Scheme) پر توجہ کی جاتی ہے ۔ باہر سے جو چیزیں آتی ہیں انکو ہم پر ٹھونس کر ان چیزوں کو درست نہیں کیا جاسکتا ۔

اسکے بعد مجھے ہلتھ ڈپارٹمنٹ کے تعلق سے کچھ کہنا ہے ۔ آنریبل ہاتھ منسٹر تو اب سبکدوش ہوچکے ہیں تاہم اب بھی ہمیں کوئی خاص توقعات نہیں ہیں ۔ کیونکہ ایک شخص بدل جائے اور اسکی جگہ پر دوسرا اوس پورٹ فولیو (Portfolio) سنبھال لے تو توقعات میں کچھ اضافہ نہیں ہو جاتا ۔ وہ آنریبل منسٹر ڈسٹری بیوٹنگ آف میڈیسنس (Distributing of Medicines) کے بارے میں چیلنج بھی کرتے تھے ۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ تعلقوں میں میڈیسنس کی تقسیم کا افسدہ برا حال ہے ۔ مثال کے طور پر ابراہیم پٹن کے تعلقے کو میں پیش کر سکتا ہوں ۔

Whatever the Minister in charge replies is supposed to be a correct answer.

یہ مجبوری ہے اگر یہ کرکٹ (Correct) نہیں ہے تو سوچنا پڑیگا ۔

ایڈمنسٹریشن کے بارے میں ہمارے بہت سے دوستوں نے کہا ہے کہ یہ ٹاپ ہیوی (Top Heavy) ہے ۔ فضول عہدوں کو بڑھایا جا رہا ہے ۔ اپنے لوگوں کو جائیدادیں دینے کیلئے جائیدادیں کریئیٹ (Create) کی جا رہی ہیں ۔ مثال کے طور پر ریسپشن آفیسر (Reception Officer) کے عہدہ کا ذکر کرونگا ۔ اس پوسٹ کا کیوں اضافہ کیا گیا ؟ یہ نیپوٹیزم (Nepotism) نہیں تو کیا ہے ؟ بڑی تنخواہوں کو کم کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو جواب دیا جاتا ہے کہ یہ تنخواہیں گورنمنٹ آف انڈیا کے لیول (Level) پر دی جا رہی ہیں اور اس میں کمی کیسے کی جاسکتی ہے ۔ آرمی کا شمار ایسنشیل سروس (Essential Services) میں ہوتا ہے ۔ آرمی ایسنشیل سروس میں ہونے کے باوجود انڈیا کے ڈویژن کے بعد انڈین آرمی کی تنخواہوں میں ۲۵ فیصدی کمی کی گئی البتہ سپاہیوں کی تنخواہ میں اضافہ کیا گیا ۔ یہاں جب یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ سکریٹری کی تنخواہ کم کی جائے تو جواباً کہا جاتا ہے کہ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے ۔

بہت سی باتیں ہیں جن پر اپنے کٹ موشن کی اسپیچ کے وقت روشنی ڈالونگا ۔ نو کنفیڈنس موشن (No Confidence Motion) پر بحث کرتے وقت بھی میں نے

کہا اور چیلنج دیا کہ گگن پہاڑ کی زمین کے سلسلہ میں ایک کمیشن مقرر کیا جائے۔
 آنریبل ممبرس سے بھی میں یہ خواہش کرونگا کہ وہ موقع بر جائیں اور انوسٹی گیٹ
 (Investigate) کریں کہ گگن پہاڑ کی ان خارجہ اراضیات کو کس طرح اسپیشل
 لافنی رولس کو نظر انداز کر کے مدھو سودھن راؤ کے حوالہ کر دیا گیا۔ میں یہ ثابت کر سکتا
 ہوں کہ مدھو سودھن راؤ سے پہلے کی دو درخواستیں ریکارڈ میں موجود ہیں۔ مال کے
 آنریبل منسٹر منگائیں اور دیکھیں۔ جس دن مدھو سودھن راؤ درخواست دیتے ہیں اوسکے
 پندرہ دن کے اندر حیرت ناک طریقہ پر اس زمین کا ہراج ہوتا ہے۔ جو چیزیں الیگل
 (Illegal) ہیں انکو لیگل (Legal) نہیں بنایا جاسکتا۔ یہاں کہا جاتا
 ہے کہ کلکٹر نے ایسی رپورٹ پیش کی ہے۔ مگر میں کہوں گا کہ آپ حکومت میں ہیں
 اسلئے جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ اب بھی میرا یہ چیلنج ہے کہ اگر امپارشل انکو ایٹری
 (Impartial Enquiry) کیجائے تو حقیقی واقعات معلوم ہو سکتے ہیں۔ معزز
 ممبرس بھی جا کر خود دیکھ سکتے ہیں۔ اس جانب کے آنریبل ممبرس تو خیر واقع
 ہیں۔ لیکن اوس جانب کے آنریبل ممبرس سے درخواست کرونگا اور خاص کر چیف منسٹر
 صاحب سے مارلی (Moraly) اپیل کرونگا کہ وہ جائیں اور فیا کشس اینڈ فیگرس
 (Facts and figures) دیکھیں۔ آنریبل چیف منسٹر نے بڑے ناز سے اعلان
 کیا ہے کہ وہ اور بورگل وینکٹ ایشور راؤ اور مدھو سودھن راؤ جو اینٹ فیملی ممبرس
 (Joint Family Members) ہیں۔ غور کرنے کی بات ہے کہ آٹھ سال کے بچے
 کیلئے (۱۱) ایکڑ زمین کی ضرورت محسوس کی گئی اور ان ہریجنوں کو نظر انداز کیا گیا جو
 بچا طور پر اس اراضی کے مستحق تھے۔ عجلت کے ساتھ ڈھائی سو روپیہ میں پٹہ حاصل
 کیا جاتا ہے۔ مجھے اس ہاؤس میں اسکا اظہار کرتے ہوئے بھی شرم معلوم ہوتا ہے۔ میں
 نے جن درخواستوں کا حوالہ دیا ہے اگر وہ ریکارڈ میں بتلا دوں تو کیا چیف منسٹر ریٹائر
 (Resign) کرنے کیلئے تیار ہیں؟ اگر تحصیلدار کو اراضی ہراج کرنا مقصود تھا تو انکا فرض
 تھا کہ وہ نوٹس دیتے کہ فلاں تاریخ فلاں زمین ہراج کی جائیگی۔ ایسا نہیں کیا گیا بلکہ
 سازش سے اور مکاری سے ہراج کیا گیا ہے اور اس طرح وہ پٹہ حاصل کیا گیا ہے۔ میں اس پوائنٹ
 (Point) کو اسلئے اس ہاؤس کے سامنے رکھ رہا ہوں اور ہر ممبر سے استدعاء
 کر رہا ہوں کہ ان اراضیات کے تعلق سے معلومات حاصل کریں کہ واقعی جس اراضی کا پٹہ
 مدھو سودھن راؤ کے نام ہوا ہے اسکے مستحق ہریجن تھے یا مدھو سودھن راؤ۔ آج آپ
 چونکہ حکومت میں ہیں اسلئے اپنی غلطیوں کو نباہنا چاہتے ہیں اور نیاہ رہے ہیں۔
 لیکن یہ چیز زیادہ دن نہیں ٹبھ سکیگی۔ کم سے کم پارٹی میٹنگ میں اسکا اظہار کیا جاتا
 کہ حقیقت کیا ہے، لیکن ایسا بھی نہیں کیا گیا مجھے یہ کہنا ہے کہ نیپوٹیزم (Nepotism)
 پارشیالٹی (Partiality) اور جی حضوری۔ جی آپکے ڈمنسٹریشن کی پٹیلڈھا
 ذہنیت ہے۔ اسکے باوجود آپ اپنے آپ کو پاپولر (Popular) کہتے ہیں۔ جی
 جی چاہے کہئے۔

ان حالات کے تحت میں آنریبل ممبر سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ غیر جانبدارانہ طور پر دیکھیں کہ ہمیں حکومت کس طرف لیجا رہی ہے تاکہ دنیا کے سامنے روشنی اور اندھیرا صاف صاف نظر آئے ۔

لینڈ ریفارمز (Land Reforms) کے تعلق سے ایک کاشتکار کی حیثیت سے مجھے جو کچھ کہنا ہے اوس موقع پر کہوں گا جبکہ وہ بل ڈسکشن کے لئے پیش ہوگا ۔ اتنا کہتے ہوئے میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں ۔

مسٹر ڈپٹی اسپیکر - قبل اسکے کہ آنریبل ممبریل تقریر شروع کریں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہر ممبر کو اسپیکر کے لئے پندرہ منٹ کا ٹائم دیا گیا ہے ۔ اس ٹائم لمٹ کا لحاظ کرتے ہوئے اپنی تقریر ختم کرنے کی کوشش کریں تو مناسب ہوگا ۔

شریمتی سنگ لکشمی بائی - بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ آج پندرہ منٹ تقریر کی جاتی ہے اور کل پھر پندرہ منٹ ۔

شری ایم - نرسنگ راؤ (کلو ا کرتی) - جناب اسپیکر صاحب - میں پہلے بجٹ کے ان چند اعداد کو لیتا ہوں جو تختہ میں بتائے گئے ہیں ۔ اس میں سنہ ۵۰ - ۵۱ ع کی آمدنی کا اندازہ (۲۶) کروڑ (۱۳) لاکھ اور سنہ ۵۱ - ۵۲ ع کا (۲۹) کروڑ (۸۷) لاکھ اور سنہ ۵۰ - ۵۱ کی حقیقی آمدنی (۲۶) کروڑ (۱۳) لاکھ اور سنہ ۵۱ - ۵۲ کی (۲۷) کروڑ (۹۱) لاکھ ، اور سنہ ۵۳ - ۵۴ کا بجٹ اسٹیمٹ (۲۸) کروڑ ایک لاکھ بتایا گیا ہے ۔ گذشتہ سال بجٹ اسٹیمٹ میں اندازہ لگایا گیا تھا کہ ایک کروڑ (۳۰) لاکھ کا نقصان ہوگا ۔ اسکے برخلاف ریوائیزڈ اسٹیمٹ (Revised estimate) میں ایک کروڑ آٹھ لاکھ کی فاضل آمدنی کا اندازہ لگایا گیا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ بجٹ کے جو فیکٹرس ہیں وہ اندازے ہوتے ہیں ۔ انکا دارومدار موسموں اور کئی فیکٹرس (Factors) پر ہوتا ہے ۔ اس میں اندازہ تو ہو سکتا ہے لیکن ایکچرولس (Actuals) کے مقابلہ میں فرق ضرور ہوگا ۔ یہ اندازہ گذشتہ سال حالی میں لگایا گیا تھا یہ پہلا سال ہے کہ یہاں کا موازنہ کلدار میں پیش ہو رہا ہے ۔ آج سے سو سال پہلے حیدرآباد میں (۱۵) قسم کے سکے رائج تھے ۔ نائٹن پیٹھ کا سکھ الگ تھا ۔ گدوال کا سکھ الگ تھا ۔ یہ سکے سنہ ۱۸۵۳ ع میں رائج تھے ۔ جب سالار جنگ اول نے جائزہ لیا تو سب سے پہلا کام انہوں نے یہ کیا کہ تمام سکوں کو ختم کر کے ایک سکھ رائج کیا جو حالی کہلاتا ہے ۔ یہ سکھ پورے اسٹیٹ میں چالو کیا گیا اور اسکی قیمت یہ قرار دی گئی کہ (۱۱۹) روپیہ حالی سو روپیہ کلدار کے مساوی تھے ۔ اب یہ حالی سکھ پہلی اپریل سے ختم ہو چکا تھا ۔ اور آئی ۔ جی سکھ چالو ہوگا ۔ حیدرآباد کے جو روٹن گزرے ہیں انکا ادعا یہ رہا ہے کہ حیدرآباد کی ایک الگ ساؤرنی قائم کی گئی ہے ۔ اس ادعا سے اسکا فلیگ (Flag) امریکا سکھ اور ٹیپ الگ تھا ۔ اب آزادی کے بعد جھنڈا باقی نہیں رہا ۔ فینانشیل انٹی گریشن (Financial Integration) کے بعد ٹیپ اس حکومت کا

سیجکٹ نہیں رہا۔ اب تک سکھ الگ تھا۔ وہ بھی فیسٹ اپریل سے ختم ہو جائیگا۔ اس طریقہ سے ہمارے ملک کی جو ایک الگ ساؤرنٹی تھی وہ ختم ہو جائیگی۔ دراصل یہ چیزیں فیوڈلزم (Feudalism) کی علامات نہیں جو یکے بعد دیگرے ختم ہوتی جا رہی ہیں۔ آہستہ آہستہ چیپج ہو رہا ہے۔ آزادی کے بعد جاگیرداری اور زمینداری کا خاتمہ آبالیشن آف جاگیر ایکٹ (Abolition of Jagir Act) کے ذریعہ ہو گیا گذشتہ سشن میں رسوم داری کا خاتمہ ہوا اور اس سشن میں آبالیشن آف انعامس کے لئے بل آئیگا۔ یعنی ہم اسی فیوڈلزم کے نشانات کو ختم کرنے کے راستے پر جا رہے ہیں۔ ساتھ ہی لینڈ ریفرمس بھی لائے جا رہے ہیں جس کے ذریعہ بڑی بڑی زمینداروں کو ختم کیا جائیگا۔ اور ایکویالٹی (Equality) پر عمل ہوگا۔ یہ سب چیزیں فیوڈلزم کے خاتمہ کے لئے ہی تو ہیں۔ اب رہجاتا ہے جاگیر داروں کو دیا جانے والا معاوضہ یا راج پرمکھ کو دیجانے والی رقم۔ بیشک یہ چیز ضرور ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس مسئلہ پر آپ میں اور ہم میں اختلاف رائے ہو۔ اس جانب کے بعض دوستوں کا یہ خیال ہو سکتا ہے کہ بغیر معاوضہ کے ان چیزوں کو ختم کیا جائے اور ہو سکتا ہے کہ ادھر کے بعض لوگ یہ مناسب سمجھیں کہ ان رقومات میں کمی کی جائے۔ نظام کو دیا جانے والا معاوضہ (۵۰) لاکھ کی بجائے ۲۰ لاکھ یا ۱۰ لاکھ کیا جائے۔ اس قسم کے تصورات ہو سکتے ہیں۔

سب سے اہم سوال جو آج برمکھ کے اڈراس رڈسکشن کے وقت بھی پیش کیا گیا تھا وہ ریاست کی تقسیم کا سوال ہے۔ سمجھا جاتا ہے کہ اس طرح ریاست کی تقسیم سے فیوڈلزم کا خاتمہ ہو جائیگا۔ لیکن میں ان لوگوں میں سے دوں جو ریاست کی تقسیم میں کوئی فائدہ کی بات نہیں باتے۔ میرا یہ خیال ہے کہ اس طرح ریاست کی تقسیم کو کسی بہتر ذریعہ پر لیجانے والی نہیں فیوڈلزم کے خاتمہ کے لئے ریاست کو ٹکڑے کر کے کرنا ضروری نہیں۔ میرے معزز دوست لیڈر آف دی آبالیشن نے حیدرآباد و ریش کانگریس کمیٹی کے صدر کے خطبہ استقبالیہ کو پیش کیا۔ میں اس موقع پر نڈت جواہر لال نہرو کے ان جملوں کو دھرانے کی ضرورت سمجھتا ہوں جن میں انہوں نے کہا تھا کہ اس وقت یہ مناسب نہیں کہ ریاست کو لینگویسٹک بیسس (Linguistic Basis) پر تقسیم کیا جائے۔ اس مسئلہ کو اس وقت تک ماتوی رکھنا چاہئے جب تکہ آندھرا اسٹیٹ کا تجربہ کامیاب نہ ہو جائے، وہ مستحکم نہ ہو جائے اور وہ انسالیڈیٹ (Consolidate) نہ ہو جائے۔ جب یہ معلوم ہو جائے کہ آندھرا اسٹیٹ مضبوط ہو گیا ہے، اس وقت اس مسئلہ کی جانب قدام اٹھایا جاسکتا ہے۔ حیدرآباد کا مسئلہ جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔ میں بھی بحیثیت آندھرا کے ایسی فیلنگ (Feeling) رکھتا ہوں لیکن میں ساتھ ہی ساتھ ہندوستان یا بھارتی بھی ہوں میں آندھرا سے پہلے ہندوستان کے انٹرلسٹ کو سامنے رکھوں گا اور اگر میں اس طرح غور نہ کروں تو کہیں کا نہ رہونگا سوال یہ ہے کہ اس مسئلہ کو سر دست کیوں ملتوی رکھنا چاہئے۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر ہم اس وقت ریاست کو صوبوں میں تقسیم کر دیں تو ہمارے جتنے ڈیولپمنٹ پلان

(Development plans) اس وقت ہیں وہ سب ردی ہو جائیں گے

ویسٹ پیپر باسکٹ (Waste paper basket) کے نذر ہو جائیں گے ۔

لوگوں کی توجہ ڈیولپمنٹ کے کاموں سے ہٹ جائیگی ۔ اور عوام تقسیم کی الجھنوں میں

میں ہی الجھ جائیں گے ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آندھرا صوبہ کے لئے کیا ہو رہا ہے ۔

آندھرا والے اپنے کیلیپٹل کے لئے مدراس میں کچھ دن رہنا چاہتے ہیں ۔ لیکن ٹیلمینس

انہیں ایک دن بھی رہنے کی اجازت نہیں دیتے ۔ وہ کہتے ہیں کہ اپنا پوریا بستر باندھ کر

یہاں سے فوراً چلتے بنو ۔ اس طرح ان دونوں میں ایک نفرت کا جذبہ پیدا ہو گیا ہے ۔

وہ ایک سنٹ کے لئے اپنی نفرت کے جذبہ کے تحت آندھرا والوں کو اپنے صوبہ میں رکھنا

نہیں چاہتے ۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ حیدرآباد میں تو ایسی نفرت کی فضا نہیں ہے ۔

حیدرآباد ایک خاص اکنامک یونٹ (Economic Unit) ہے ۔ اس

یونٹ کے رہنے والے ملکر رہنے کے لئے تیار ہیں ۔ حیدرآباد کے آندھرازمہاراشٹریس

اور کرناٹکیز ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارنے کے لئے تیار ہیں ۔

اس سے ظاہر ہے کہ حیدرآباد میں تقسیم کی کوئی ضرورت نہیں ۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ

حیدرآباد میں بھی مدراس کی طرح ان گروپس میں دشمنی اور نفرت پیدا ہو اور وہ بڑھتے

رہے ۔ اور جب کسی مکان کی تقسیم ہو تو یہ سوالات اٹھ کھڑے ہوتے ہیں کہ یہ کمرہ

کس کو جائیگا وہ کمرہ کس کو جائیگا ۔ صحن کس کے حصہ میں آدگا ۔ صوبوں کی تقسیم

ہوگی تو کیا اس کے لئے اڑائی ہوتی رہے کہ نارائن پیٹھ کس کو ملے گا ظہر آباد کس کو

بلاری آندھرا کو ملنا چاہئے یا کسکو لوگر کی توجہات تمام تر اسی مسئلہ پر لگ

جائیں گی ۔ لہذا میں یہ کہوں گا کہ سردست تو اس مسئلہ کو ملتوی رکھنا چاہئے

ہمارے پاس اس وقت فائیو ایر پلان ہے ۔ فائیو ایر پلان کی نسبت چاہے آپ کچھ بھی

کہیں آپ کی نظر میں یہ پلان کاغذ کا ایک پرزہ ہی کیوں نہ ہو لیکن ہم تو اس کو

ایک پلان سمجھتے ہیں ۔ یہ پلان (۲۰۰۰) کروڑ کا ہے ۔ آپ کہتے ہیں کہ اس کے اٹنے

رقم کہاں ہے جس سے پلان کی تکمیل ہو ۵۱-۱۹۵۰ ع میں نیشنل انکم کمیٹی نے

یہ اندازہ لگایا ہے کہ ہندوستان کی سالانہ آمدنی ۹ ہزار کروڑ ہے ۔ یعنی پانچ سال

میں جملہ آمدنی تقریباً (۳۵۰۰) کروڑ ہوگی ۔ اس میں سے (۲۰۰۰) کروڑ روئے ہم

پلان پر خرچ کرنے کا اندازہ رکھتے ہیں ۔ اگر تھوڑی بہت کمی ہو تو اس کے لئے گنجائش

نکالی جاسکتی ہے ۔ لیکن یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ اس پلان کو عملی جامہ پہنانا بالکل

ناممکن ہے ۔ یہ بالکل ممکن چیز ہے ۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ دولت کی منصفانہ تقسیم

کا پلان نہیں ہے ۔ ممکن ہے ایسا ہو کہ اس پلان میں دولت کی منصفانہ تقسیم نہ ہو

بیشک یہ دولت کی تقسیم کا پلان نہیں ہے ۔ اسلئے کہ دولت نہیں ہے ۔ سب سے پہلے

تو ہمیں دولت کو بڑھانا ہے ۔ اس کے بعد دولت کی تقسیم کا منصوبہ تیار ہوگا ۔ لیکن

سردست دولت کو بڑھانے کے لئے جو پلان بنایا گیا ہے اس کو عمل میں لانا چاہئے ۔

پہلے یہ دیکھئے کہ پلان کے معنی کیا ہے ۔ پلان کے معنی ”ایر یاری“ کے ہیں پلان ۔

میں یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ کس چیز کو ایر یاری دیجانی چاہئے ۔ ہم یہ دیکھتے ہیں

کہ ہمارے حالات کے لحاظ سے اگر ایک لاکھ روپے یا اندیسٹر بڑا کو کس کو سارے زیادہ زور دینے کی ضرورت ہے۔ ہمارا ملک زراعتی ملک ہے۔ ۸۰ فیصد باشندے زراعت پر ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہمارے پاس غذائی اجناس کی کمی ہے۔ اس لحاظ سے زرعی پیداوار کو بڑھانے کے لئے پلان میں اگر ایک لاکھ روپے زیادہ زور دیا گیا ہے۔ ہمارے سامنے پراجیکٹس ہیں۔ اریگیشن (Irrigation) کا سوال ہے۔

تخم کا سوال ہے۔ ان چیزوں کو پلان میں اہمیت دی گئی ہے۔ حیدرآباد کے لئے (۵۰) کروڑ کا پلان ہے جس میں سے ۳۰ کروڑ کی رقم پراجیکٹس پر خرچ کی جا رہی ہے۔ ان پراجیکٹس میں تنگ بوندرا پراجیکٹ ہے۔ گوداوری پراجیکٹ ہے۔ کوئل ساگر، سرلا ساگر اس قسم کے چند پراجیکٹس ہیں لیکن اب سے زیادہ زور تنگبھدرا پر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد گوداوری مائین پراجیکٹ پر ۵۰ کروڑ روپیہ ہائیڈرو الیکٹرک اسکیم کے لئے ہیں۔

میں جو فیگرس کوٹ (Quote) کر رہا ہوں وہ پلاننگ کمیشن کی فیسٹ فائیوایر پلان رپورٹ سے ہیں۔ بہر حال پرائیویٹ کے اصول کے تحت اگر ایک لاکھ روپے زیادہ توجہ دی گئی ہے۔ سنہ ۳۴ء میں رائیچور کیا تھا اور حال میں بھی مجھے وہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ میں نے دیکھا کہ اب وہاں حالت بہت بدل گئی ہے۔ رائیچور کے ایک طرف تو تنگبھدرا اور دوسری طرف کرشنا ہونے کے باوجود اور یہ دو آبہ کا علاقہ ہونے کے باوجود یہ حصہ فیامن زون (Famine zone) سمجھا جاتا ہے۔

رائسیا بلاری، اڈیا کرنول جیسے قحط کے علاقے وہاں ہیں۔ ایسی صورت میں تنگبھدرا کو پرائیویٹ دینا لازمی تھا۔ چنانچہ تنگبھدرا کو پرائیویٹ دی گئی۔ ہمارے دوست نے کہا کہ چھوٹے چھوٹے مائینر تالابوں کو بھی پرائیویٹ دینی چاہئے۔ اس کے لئے بھی تو ۳۰-۵۰ لاکھ کا موازنہ رکھا گیا ہے۔ لیکن اہمیت ایسے پراجیکٹ کو دی گئی ہے جس سے فیامن کا خطرہ ختم ہو جائے۔ رائیچور کے فیامن مسئلہ تنگبھدرا پراجیکٹ سے حل کیا گیا ہے۔ اس سے ساڑھے چار ہزار ایکڑ رقبہ تری کاشت کے تحت آئیگا۔ میں نے حال ہی میں دیکھا ہے۔ وہاں ڈیام تیار ہو گیا ہے۔ اور جون سے اس کا پانی دیا جاسکے گا۔ البتہ دوسرے مسائل جو ہیں ان کے متعلق گورنمنٹ کیا سوچ رہی ہے۔

کہاں کہاں کیانلس (Canals) کھودے جا رہے ہیں، کتنے ایکڑ زمین کو پانی دیا جا رہا ہے اور اب تک کیا انتظامات ہوئے یہ تو میں نہیں جانتا۔ لیکن جہاں تک اس تنگبھدرا پراجیکٹ کا تعلق ہے وہ پورا ہو گیا۔ تو میں یہ غرض کر رہا تھا۔

(Bell was rung)

پرسن اسپیکر صاحب نے اپوزیشن پارٹیز کے ایڈرس کے بالمقابل فرمایا تھا کہ آدھے گھنٹہ کا موقع دیا جائیگا۔

مسٹر ڈپٹی اسپیکر - اتنا وقت پارٹی لیڈرس کے لئے دیا گیا ہے۔

شری ایم۔ نرسنگ راؤ - اگر ایسا ہے تو پھر میں بیٹھ جاتا ہوں۔

شری ہرے مٹھ (مسٹر اسپیکر - قبل اسکے کہ میں پیش شدہ موازنہ پر تبصرہ کروں چند بنیادی اصولوں کے متعلق کچھ عرض کرونگا ۔ وہ یہ ہیں کہ گورنمنٹ کے اخراجات کا بھاؤ دیہات سے زیادہ شہر کی طرف ہو رہا ہے ۔ پیش شدہ موازنہ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دیہات سے زیادہ شہر پر خرچ ہو رہا ہے ۔ بایوجی کی ہمیشہ یہ رائے رہی کہ بھارت میں پنچایت کا راج بنا دیا جائے ۔ لیکن ہمارے اس موازنہ سے بتہ چلتا ہے کہ گاؤں پنچایت کے لئے بہت تھوری رقم رکھی گئی ہے ۔ حیدرآباد ریاست میں اس وقت تقریباً ایک ہزار یا ایک ہزار سے زیادہ پنچائیتیں قائم ہیں ۔ اگر ریونیو کا (۱۵) پرسنٹ بھی اوس کے لئے رکھا جاتا تو (۱۵) لاکھ روپیہ ہوتے ۔ لیکن صرف (۲۲۸۵۷۱) روپیہ کی رقم رکھی گئی ہے ۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہاری گورنمنٹ پنچایت راج کی طرف مائل نہیں ہے ۔ اسکے علاوہ اگر ہم لوکل بورڈس پر نگاہ ڈالیں تو افسوس کے ساتھ یہ معلوم ہوگا کہ دو فیصد سے بھی کم رقم اس کے لئے رکھی گئی ہے ۔ متصلا اسٹیٹ بمبئی میں سنہ ۵۲-۵۳ء کے لئے پنچایت بورڈس کے لئے (۷۸) لاکھ روپیہ رکھے گئے تھے ۔ اس کے لئے مزید رقم کی گنجائش فراہم کی جا رہی ہے ۔ گویا لوکل بورڈس کے لئے بمبئی میں ۱۰ فیصد رکھا گیا ہے ۔ اسی طرح اتر پردیش میں (۸۷۳) فیصد اور مدھیہ پردیش میں (۱۰۸) فیصد رکھا گیا ہے ۔ لیکن ہمارے موازنہ میں ۲ فیصد سے بھی کم رکھا گیا ہے ۔ یہ قابل غور بات ہے کہ اتنا کم کیوں رکھا گیا ۔ دیہاتوں میں سڑکیں بنانے ، کنویں کھودنے کے لئے اور زراعتی مزدوروں کے لئے کچھ نہیں کیا گیا ہے ۔ مجھے تو یہی کہنا پڑتا ہے کہ چونکہ زرعی مزدوروں میں کوئی تنظیم نہیں ہے اس لئے گورنمنٹ اون سے نہیں ڈرتی ہے ۔ مٹھی بھر صنعتی مزدوروں کے لئے تو (۳۰) لاکھ روپیہ خرچ کئے جا رہے ہیں ۔ (میرا منشا یہ نہیں کہ صنعتی مزدوروں کو محروم ہی رکھا جائے ۔ لیکن میرا یہ کہنا ہے کہ جن کے خون سے ٹینکس بھرے جاتے ہیں اون غریبوں کے لئے بھی تو کھانا چاہئے صنعتی مزدوروں کے لئے (۳۰) لاکھ روپیہ رکھے گئے ہیں ۔ لیکن اضلاع کے زراعتی مزدوروں کے لئے جن کے پاس نہ گھر و نہ رهنے کے لئے جھونپڑی ہے کڑی توجہ نہیں کی گئی ۔ اگر یہ لوگ بومی منظم حالت میں ہوتے (ممکن ہے آج کل میں وہ لوگ بومی منظم ہو جاؤں گے) تو ممکن تھا کہ گورنمنٹ اون کی جانب بھی دھیان دیتی ۔ دیہات میں تعلیم کے سلسلہ میں حکومت نے جو توجہ کی ہے میں اوس کے لئے حکومت کو مبارک باد دیتا ہوں ۔ لیکن یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ صوبائی زبان کی ترقی کے لئے گورنمنٹ نے جو اقدامات (Steps) لئے ہیں اون میں او ترقی کی ضرورت ہے ۔ دیہاتوں میں اس امر کی ضرورت ہے کہ مدارس میں وہاں کی مقامی زبان جاننے والے ماسٹروں کو رکھا جائے ۔ لیکن ایک مقام کی زبان جاننے والے مدارس کو دوسرے مقام پر رکھا جاتا ہے اور اسکی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ماسٹرین کی قلت ہے ۔ میرا اس سلسلہ میں یہ عجیب ہے کہ جس طرح بمبئی میں ورناکولر لائبریری کے امتحان کے لئے

کا لیج قائم کئے گئے ہیں اسی طرح ہمارے اسٹیٹ میں بھی ہر جگہ مثلا گلبرگہ ، نانڈیڑ ورنگل میں صوبائی ورنا کولر لینگویس کے امتحانات قائم کئے جا کر مد رسین کو ٹرننگ دیجائے اور اون کو دیہانوں میں بھیجا جائے تو امید ہے کہ ان سے صحیح فائدے حاصل ہونگے ۔

دیہاتوں میں صحت عامہ کی طرف گورنمنٹ نے کافی توجہ نہیں کی ۔ بھورکہ بنی ؟ کی رپورٹ میں بھی جو کہا گیا ہے اوس پر عمل نہیں کیا گیا ۔ مجھے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ اس طرف کوئی خیال نہیں کیا جا رہا ہے ۔ یہ قومی اور عوامی گورنمنٹ ہے ۔ لیکن یہ گورنمنٹ ہر بات میں ویسٹرن کنٹریز (Western Countries) مریکہ ، روس وغیرہ کی طرف دیکھتی ہے ۔ شہروں میں ہمارے فیسن ایبل بھائی بہنوں کے لئے کئی ہاسپٹالس ہیں ۔ شہروں میں تو ضرور رہنے دئے جاتے ہیں ، لیکن کہنے کا منشا یہ ہے کہ کروڑھا روپیہ ویسٹرن ٹائپ ہاسپٹالس پر کیوں خرچ کئے جا رہے ہیں ۔ وہاں باہر کی ادویات پر اتنا روپیہ کیوں خرچ کیا جا رہا ہے ؟ ہمارے پاس دیہاتوں اور جنگلوں کے کوئے کوئے میں جڑی بوٹیوں کی دولت پڑی ہوئی ہے ۔ آخر ہمارے عوامی وزراء اس کے متعلق بھی کیوں نہیں سوچتے ؟ دراصل اون کو سوچنے کا موقع ہی نہیں ملتا ۔ اور آج کل تو حکومتی بارنی کچھ ایسے معاملوں میں مشغول ہے کہ ایسی چیزوں کی طرف دھیان دینے کی نوبت ہی نہیں آتی ۔ مجھے تو اون کی حالت دیکھ کر ایک قصہ یاد آتا ہے کہ کسی زمانہ میں دو آدمی تھے دشت بدھی اور مہتوا کانکشی ۔ وہ دولت میں ایک دوسرے سے بغیر محنت کئے بڑھ جانا چاہتے تھے ۔ ہر وقت کیلاشی (دلی) کی طرف دیکھتے تھے ۔ میرا مطلب ہے ہالیہ کی طرف دیکھتے رہتے تھے ۔ ایک دن ایشور نے اون سے کہا کہ جو کوئی پہلے کچھ مانگے گا میں اوس کا ڈبل بعد میں مانگنے والے کو دوں گا ۔ اب دونوں میں جھگڑا ہوا کہ کون پہلے پوچھے ۔ دشت بدھی نے سوچا اگر میں پہلے مانگوں مہتوا کانکشی ڈبل مانگ لیگا ۔ مہتوا کانکشی نے سوچا ، اگر میں پہلے مانگوں تو دشت بدھی ڈبل مانگ لیگا ۔ آخر دشت بدھی نے کچھ سوچ کر ایشور سے کہا کہ ایشور میری ایک آنکھ نکال دے ۔ اوس کا منشا تھا کہ دوسرے مانگنے والے کی دونوں آنکھیں چلی جائیں ۔ اسی طرح ہماری گورنمنٹ کے لوگ بھی سوچ رہے ہیں ۔ ایوریدک کی دولت ہر گاؤں میں بڑی ہوئی ہے ۔ لیکن موازنہ میں اسکی ترقی کے لئے کوئی مد نہیں ۔ ہے بھی تو بہت تھوڑی ۔ کروڑھا روپیہ باہر کی ادویات پر خرچ کئے جا رہے ہیں ۔ لیکن دیہاتوں میں غریب زرعی اور دیگہ مزدوروں کے لئے کوئی دوا نہیں ملتی ۔ ہمارے موازنہ میں نینوفر ہاسپٹل کے لئے کافی رقم رکھی گئی ہے ۔ حیدرآباد میں اپنے ہاسپٹالس ہونے کے باوجود کیوں اس کے لئے اتنی رقم رکھی گئی ہے ۔ کیوں یہ رقم بھی دیہاتی خون کے ٹیکس سے حاصل کی جاتی ہے ، کیوں نہیں نظام اور بڑے بڑے ساهوکاروں سے حاصل نہیں کی جاتی ؟ اس سلسلہ میں میں یہی کہوں گا کہ اگر ایوریدک کے لئے بھی کافی رقم خرچ کی جاتی تو بہتر تھا ۔

نیو لینڈ ریفرمز (New Land Reforms) کے سلسلہ میں مزاد جمع کرنے کے لئے (۸) لاکھ روپیہ کی رقم کا ایک ماہ رکھا گیا ہے۔ میں بوجھتا ہوں کہ کیا آج کل حکومت بغیر مواد کے کام کر رہی ہے؟ کیا یہ مواد کلکٹرز، تحصیلداروں اور بھانیوں میں موجود نہیں رہتا؟ ہر سال ایمائنس کیجاتی ہے اور ہر سال ایمانیوں میں اندراج ہوتا ہے۔ کمیشن جو اس سلسلہ میں قائم کیا جانے والا ہے وہ آخر کیا کریگا۔ یہی کریگا کہ کلکٹرز اور تحصیلداروں کے اس پینچ کرریکا ڈ حاصل کریگا۔ دیہات کے وزیراعظم جو پٹیل بنواری ہوتے ہیں ان سے مزاد حاصل کریگا۔ پھر کبوں اس ماہ کے لئے ۸ لاکھ روپیہ رکھے گئے ہیں؟ وہاں دیہات میں پٹیل بنواری تین تین رجسٹر رکھتے ہیں۔ ایک اپنے لئے۔ ایک دوسروں کو بتانے کیلئے اور ایک تحصیل میں بھیجنے کے لئے۔ وہیں سے یہ کمیشن بھی مواد حاصل کریگا۔ ایک طرف تو دفاتر میں ریٹرنچمنٹ (Retrenchment) ہو رہا ہے۔ غریب اہلکاروں اور چپراسیوں کو نکالا جا رہا ہے۔ اور دوسری طرف اس قسم کے عہدہ داروں کو مامور کیا جا رہا ہے۔ ہزاروں بکریوں کو قربان کرنے کی بجائے کیوں نہیں آپ کسی ایک معتد کو تخفیف کر دیتے،

بھاشا واری برانتوں کے متعلق آنریبل چیف منسٹر اور ٹریژری بنچس کے دوسرے آنریبل ممبروں نے فرمایا کہ جب آندھرا اسٹیٹ اسٹیبل (Stable) ہو جائیگا تو دوسرے پرانت بنائے جائیں گے۔ جب آندھرا برانت اسٹیبل ہو جائیگا تو حیدر آباد کو ڈسٹریوٹ (Distribute) کیا جائیگا۔ یہ تو وہی قصہ کے دیوانہ بن چھٹیکا گوشادی ہوگی اور شادی ہوگی تو دیوانہ بن چھٹیکا کہ جب تک آندھرا اسٹیٹ اسٹیبل میں ہوگا حیدر آباد کو ڈسٹری بیٹ نہیں کیا جائیگا اور جب تک حیدر آباد ڈسٹری بیوٹ نہیں ہوگا آندھرا اسٹیٹ نہیں ہوگا۔ اس سے تو یہی بہتر تھا کہ اس کے متعلق بالکل انکار کر دیا جوتا۔ یہ ہر حال ان معاملات کی طرف حکومت کو توجہ کرنی چاہئے۔ اتنا کہتے ہوئے میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

شری مخدوم محی الدین (حضور نگر) مسٹر اسپیکر سر۔ موازنہ کے سلسلہ میں مجھے اس کے جزئیات تفصیل سے غور کرنے کا موقع نہیں کیونکہ وقت بہت محدود ہے۔ اسلئے میں صرف اس کے چند پہلوؤں کو سامنے لانا چاہتا ہوں۔ میں موازنہ کے خاص طور پر ایک بھیانک پہلو کو سامنے لانا چاہتا ہوں۔ اس موازنہ سے اگر ہم اپنے لیا بلیٹیز (Liabilities) ڈیٹس (Debts) اور ریزرو (Reserves) کا کچھ اندازہ لگائیں تو معلوم ہوگا کہ یہ موازنہ ایک دیوالیہ، ایک بینکریٹ ریاست کا موازنہ ہے۔ بینکریٹ اس معنی میں کہ حیدر آباد اسٹیٹ کے اب تک جو ریزرو تھے اور ان کی جو قدر تھی وہ اب بہت کم ہو گئی ہے مجھے علم نہیں ہے کہ اس سے پہلے کیا ریزرو تھا۔ لیکن تھا ضرور۔ اب جو حساب بتایا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ (۲۲) کروڑ رزرو تھے جس میں سے ۲۳ کروڑ ۹۲ لاکھ سیکیورٹیز (Securities) کی شکل میں ہے اور (۱۸) کروڑ (۷) لاکھ کیس کی شکل میں ہے۔ لیکن نہیں معلوم کہ یہ بڑی مقدار جو سیکیورٹیز کی شکل

میں ہے اوسکی مارکٹ ویالو (Market value) کیا ہے اگر ہم بازار کے بھاؤ سے اسکی قدر کا اندازہ لگائیں تو معلوم ہوگا کہ اسکی قدر کتنی رہ جاتی ہے مالیت (۲۳) کروڑ رہتی ہے یا گھٹ جاتی ہے اور کیش کی صورت میں جو (۱۸) کروڑ بنائے گئے ہیں اوسکی صورت کیا ہے؟ دوسرے ہی صفحہ پر کہا گیا ہے کہ سیول سپلائیز (Civil Supplies) کو قرضہ دیا گیا ہے مقامی صنعتوں کیلئے چار کروڑ دئے گئے ہیں اور تقاوی کیلئے کچھ خرچ کیا گیا ہے اب جو محفوظ ہے وہ صرف دو کروڑ ہے اس طرح ٹوٹل کیا جائے تو (۱۹) کروڑ (۶۵) لاکھ ہوتے ہیں پہلے تو یہ کہ میزان ہی غلط ہے، دوسرے یہ کہ کیش رزرو (Cash Reserve) کو ہم اس میں لے سکتے اس لحاظ سے روٹینو کے علاوہ رزرو کی مضبوطی کسی ملک کے دھار کا بتہ دیتی ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ہر مد محفوظ بالکل خالی ہوتا جا رہا ہے اس لحاظ سے ایک دیوالیہ بن ہمارے رزرو میں نظر آ رہا ہے دن بدن ایک قسم کی تاریکی کا اضافہ ہوتا جا رہا ہے دوسرا دیوالیہ بن کا نشان ہمارا قرضہ ہے جو (۵۳) کروڑ کے قریب ہے اس میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے ایک طرف تو مد محفوظ خالی ہو رہی ہے اور دوسری طرف ہمارے قرض میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اس کے معنی یہ ہوئے کہ بحیثیت مجموعی ایک قسم کا دیوالیہ بن ہمارے سامنے نظر آ رہا ہے اگر اسکو نہ روکا گیا تو حالات خطرناک صوت اختیار کریں گے اس سلسلہ میں مرکزی حکومت پر بھی مجھے تنقید کرنی ہے، اسلئے کہ ہمارے جو مالی وسائل ہیں انکو بڑھانے کا ذرائع سیٹھ بنے ہم سے لے لئے ہیں۔ جیسے کہ ریلوے، ٹپہ اور دوسری چیزیں، انکو بڑھانے کا موقع اب سنٹر نے حاصل کر لیا ہے۔ جو رقومات یہاں کے عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کی جانی چاہئیں وہ نہیں کی جاتی ہیں بلکہ مرکزی حکومت اپنے بجٹ کا آدھا حصہ فوج پر خرچ کرتی ہے۔ یہ بیسہ جو خرچ ہو رہا ہے فوج میں گولی بارود پر صرف ہو رہا ہے۔ اس وجہ سے یہاں کے رزرو کو نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے۔ اس کے باوجود ہمارے رزرو کی جو حالت ہے وہ بھیانک شکل ہمارے سامنے لائی جا رہی ہے۔ اس کے تدارک کی اگر ابھی سے کوشش نہ کی گئی تو اس کے جو برے نتائج ہونگے انکا ہمیں سامنا کرنا پڑیگا۔ عوام کے فوری ضروریات کی تکمیل پہلے ہونی چاہئے جو نہیں ہو رہی ہے۔

فائیو ایر پلان (Five-Year Plan) کیلئے کچھ رقومات مختص کی گئی

ہیں۔ وہ پلان کس حد تک ہندوستان کے عوام کی ضرورتوں کو پورا کرنا ہے اس پر غور نہیں کیا گیا۔ کم از کم میں اس سے مطمئن نہیں ہوں۔ حیدرآباد میں جو کچھ ہونے والا ہے میں اس سے بھی مطمئن نہیں ہوں۔ صنعتیں آگے نہیں بڑھ رہی ہیں۔ بنیادی طور پر لوگوں کی قوت خرید گھٹ رہی ہے۔ وہی جاگیر شاہی ہے جسکو ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ حکومت کی جانب سے صرف مرہم اٹی کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ میری رائے ہے کہ اسکا برا نتیجہ نکالنے والا ہے جو کوئی کنسٹرکشن کا کام ہوگا ہم اسکی تائید کریں گے۔ لیکن میں کہوں گا کہ جو موازنہ پیش کیا گیا ہے وہ عوام کے موازنہ نہیں ہے۔

جتنے بھی رقومات رکھے گئے ہیں وہ عوام کی فوری ضروریات کی تکمیل نہیں کرتے ہیں۔ عوام کو خوشحالی کے راستے پر لانے والی نہیں ہیں۔ کسانوں اور مزدوروں کیلئے سودمند نہیں ہیں۔ درمیانی طبقے کی مشکلات کو دور کرنے والی نہیں ہیں۔ کارخانہ داروں کی صنعتی ترقی کیلئے جو پالیسی ہونی چاہئے وہ اس میں نہیں ہے۔ یہ صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ عوامی پالیسی کی جھلک اس موازنہ میں نہیں ہے۔ عوام کی بھلائی کیلئے جو ایسیجٹ رلیف (Immediate Relief) انہیں ملنی چاہئے وہ اس میں مفقود ہے۔ یہ موازنہ کے دیوالیہ بن کا کھلا ثبوت ہے اور اس وقت کی برسراقتدار جماعت کے دیوالیہ بن کا بھی ثبوت ہے۔ دوسری بات مجھے اس سلسلہ میں یہ عرض کرنی ہے کہ پہلی اپریل سے ہماری کرنسی یا سکہ بدل رہا ہے۔ عثمانیہ سکہ کی بجائے آئی۔ جی سکہ رائج ہو جائیگا۔ میں نے عرض کیا تھا کہ یہ ایک اچھا قدم ہے۔ ہندوستان کے مارکٹ اور صنعتی خوشحالی میں ایک قسم کی یگانگت پیدا ہو سکتی ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ حکومت کا یہ قدم ایک مناسب قدم ہے۔ لیکن کچھ زمینے تک عوام کے ایک خاص طبقے کو دشواریوں اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑیگا۔ خاص طور پر ملازمین سرکار اور مزدوروں کو کچھ عرصہ تک پریشانی کا سامنا کرنا ہوگا۔ تاوقتیکہ قیمتیں ایک سطح پر نہ آجائیں اور وہ مستقل شکل نہ اختیار کر لیں مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑیگا۔ اسلئے حکومت سے اور خاص طور پر آرٹریل فنانس منسٹر سے ہماری یہ مانگ ہے کہ وہ اس مسئلہ پر بھرے غور کریں۔ مزدوروں کی جتنی یونینس ہیں جتنی انجمنیں ہیں خواہ وہ کانگریس سے تعلق رکھتی ہوں یا کمیونسٹ پارٹی سے یا سوشلسٹ پارٹی سے یا مزدور سنگھ ہوں انہوں نے متفقہ طور پر یہ مانگ کی ہے کہ حالی سکہ میں جتنی تنخواہ دیجاتی ہے وہی تنخواہ سکہ کادار میں ملنی چاہئے۔ مزدور سنگھ نے درخواست کی ہے کہ تین سو تک تنخواہ پانے والوں کو جسقدر تنخواہ حالی میں ملتی ہے اسیقدر کادار میں دیجانی چاہئے۔ کیونکہ جب قیمتیں بڑھیں گی تو اس وقت جو ٹھوک بیویاری ہیں وہ کادار کے حساب سے ہی قیمتوں کا تعین کریں گے اور چھوٹے بیویاری اور معمولی دھندے والے اس سے مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے اسلئے ہمارا یہ سنجیشن (Suggestion) ہے کہ دیر نہ سو تک تنخواہ یا مزدوری پانے والوں کو اب جس قدر حالی سکے میں تنخواہ یا مزدوری ملتی ہے اتنی ہی سکہ کادار میں دیجانی چاہئے تاوقتیکہ قیمتیں ایک سطح پر نہ آجائیں۔ قیمتوں کے بارے میں ماہرین کا یہ اندازہ ہے کہ سو فیصد تک نہیں بڑھیں گی اور نہ ہی (۸-۱۰-۱۶) کے حساب سے بڑھیں گی بلکہ قیمتوں کے اضافے کا تناسب (۱۰) فیصد ہوگا۔ تو اس لحاظ سے میرا یہ سنجیشن ہے کہ دیر سو تک تنخواہ پانے والے مزدوروں و ملازمین کو (۱۰) فیصد کے حساب سے انکریمنٹ (Increment) ملنا چاہئے۔ جو لوگ پہلے سے کادار میں تنخواہ پانے ہیں انکی طرف سے بھی مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ عارضی طور پر (۱۰) فیصد کا اضافہ بطور ہتھ کیا جائے۔ یہ ایک ایسا آرجنٹ (Urgent) سوال ہے جسکا حل کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ دھندے والے، مزدور سب ہی اس کی وجہ سے پریشان ہیں۔ حکومت نے جس پالیسی کا اعلان کیا ہے وہ اطمینان بخش نہیں ہے۔ وہ نیگیٹو پالیسی (Negative Policy) ہے۔

کہا یہ گیا ہے کہ جو تنخواہ حالی میں دی جاتی تھی اب کلدار میں بٹاون کٹ کر دیا گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس سلسلہ میں مزدور جدوجہد کریں گے۔ اس جدوجہد کا آپکی حکومت کو سامنا کرنا پڑیگا جب تک کہ آپ ٹھیک طور پر اس مسئلہ کو نہیں سلجھا لیں گے۔ میں حکومت کو ڈرانے کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ کتہ گوڑم سے اطلاع آئی ہے کہ وہاں بھی یہی مطالبہ ہو رہا ہے۔ صرف کتہ گوڑم ہی میں نہیں بلکہ جہاں جہاں مزدور ہیں یہی مطالبہ کر رہے ہیں بلکہ سیول اور ملٹری بھی اس سے متاثر ہیں۔ عوام کو مطمئن کرنے کی ضرورت ہے۔

دوسری چیز مجھے یہ عرض کرنی ہے اور بالخصوص دوم منسٹر سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ لاء اینڈ آرڈر (Law and order) رجو کروڑوں روپے صرف کئے جا رہے ہیں اسکے باوجود دیہات میں لاء اینڈ آرڈر جسطرح دہرا چاہئے نہیں ہے۔ کمیونسٹ مافی نے جب سے ہتھار کی لڑی بند کر دی ہے اسکے بعد سے وہاں خیال یہ ہے کہ حکومت ہمد آباد کے مزاج میں اور اسکی پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے بلکہ اس سے ناجائز فائدہ اٹھا کر کمیونسٹ پارٹی نئے طریقے سے ظلم ڈھانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ایک طرف تو یہ کرکشن پولس کی طرف سے کی جا رہی ہے اور دوسری طرف انفسوس کیساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ کوشش کانگریس کی طرف سے کی جا رہی ہے۔ دیہاتوں میں جائے تو معلوم ہوگا کہ کس طرح لوگ غنڈہ گردی پر اتر آتے ہیں۔ وہاں کسانوں کو ڈرانے ہیں۔ عورتوں کی بے عزتی کوئے ہیں۔ کسان سپہا کے کارکنوں کو مار بیٹھ کی جاتی ہے۔ حضور نگر کے تعلق سے میں بہت ساری تفصیلات دیسکتا ہوں۔ میں نے انریبل ہوم منسٹر کو اس بارے میں ایک میمورنڈم (Memorandum) بھی دیا ہے۔ ایک ڈیپوٹیشن (Deputation) بھی انکے پاس گیا تھا۔ لیکن اسکا نتیجہ کچھ بھی نہیں نکلا۔ وہاں کے مقامی کلکٹر صاحب اور ڈی وائی۔ ایس ڈی پی کو درخواستیں دی گئی ہیں۔ لیکن اس سلسلہ میں وہ بھی حکومت کی اور انریبل ہوم منسٹر کی پالیسی کو بگاڑنا چاہتے ہیں۔ صاف صاف طور پر اس پالیسی کا اظہار کرنا چاہئے کہ یا برسر اقتدار جماعت باقاعدہ طور پر کام کرنے کی اجازت دیتی ہے یا نہیں۔ جو لوگ غنڈہ گردی کرتے ہیں اون پر برائے نام کیس چلائے جاتے ہیں۔ آج یہ ہو رہا ہے کہ کئی لوگوں کو بلاوجہ عدالتوں میں بلایا جاتا ہے۔

کسی نہ کسی پہانے سے غنڈہ گردی کی جاتی ہے۔ لوگوں پر جھڑپے کیس لگائے جاتے ہیں۔ لوگوں کو ایٹا جاتا ہے۔ اور جو لوگ لائیں کھاتے ہیں ان کیس چلائے جاتے ہیں اور جو مارنے والے ہیں ان کو کھلا چھڑ دیا جاتا ہے۔ میں خاص طور پر مٹ لی اور چوٹے لی کے واقعات یہاں پیش کرتا ہوں۔ ایسے بائچ چھ موضوعات ہیں جہاں ریجن آف ٹیرر (Reign of Terror) ہے۔ لاء اینڈ آرڈر قائم نہیں ہے۔

وہاں یہ لوگ کسی وقت بھی عورتوں کو برہنہ کر سکتے ہیں۔ انکی سازیاں کیج سکتے ہیں۔ لوگوں کے ساتھ اس قسم کی دشمنی پڑتا جاتا ہے۔ وہاں پر۔ ڈی۔ ایف۔ او۔ کمیونسٹ پارٹی کے ہمدردوں کو اس طرح ڈرا دھمکا کر مار بیٹھ کی جاتی ہے۔ وہاں

شکست خوردہ کانگریسی غنڈہ گردی کے لیڈر بنے ہوئے ہیں۔۔۔ ریسز دی ۲۲۔ ناریج کو حضور نگر میں شہیدانوں کا دن منایا جا رہا تھا۔۔۔ شہوریدی کا دن ساا جا رہا تھا جو رضاکاروں کے خلاف لڑ کر شہید ہوئے تھے۔۔۔ جارج انچ ہزار کا جلوس تھا۔ اس کے مقابلہ میں ۱۰۰۱۳ کانگریسی گوب شیوریڈی کی سرکردگی غنڈہ گردی کرنے لگے۔ اور کیزنسٹ ارٹی کے خلاف دئے ہوئے نعرے لگانے لگے۔ ”مخلوم گونیاک“ اسبلی سے استفی دیاو،،

کے نعرے لگائے۔۔۔ ہر ووٹر اور ہر جگہ واس کے سہارے لیکر مجھے گالیاں دیکر مشتعل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ اگر اس وقت ہم لوگ وہاں موجود نہ ہوتے تو یقیناً مجمع مشتعل ہرجال۔۔۔ اگر مجمع کا ایک ایک شخص ان لوگوں کو تھوک پڑھتا تو وہ ہرجال۔۔۔ وہ لوگ اس طرح کی غنڈہ گردی محض رائے کر رہے تھے کہ وہ جھپٹتے تھے کہ ایک طرف تو انکے پیچھے واس ہے اور دوسرے یہ کہ وہ لوگ کانگریس بائی کی طرف سے تھے۔ گوب شیوریڈی حضور نگر کی تعقیہ کانگریس کمیٹی کے سرکاری دیں۔ جو تھوڑے ہلکے گئے ان سے بچا کا۔۔۔ ہٹ گیا۔۔۔ ہسپتال پہنچایا گیا۔ ان کے خزانہ آرد کرڈے دیں۔ خون پھیر پڑی گرا۔ اور دیں یہ کرڈے ہاؤس کے سامنے پیش کر دیا دیں۔ دم کانراو ڈی وائی۔۔۔ پی سے کہتے دیں۔ لیکن کرنی مناسب کاروائی نہیں دیتی۔ ڈی وائی۔۔۔ اہس پی نے کچھ معمولی انتظام ضرور کیا۔ ہم سے سوالات کئے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ انکا

جواب دینے پر جلسہ کی اجازت دیجائیگی۔ اس قسم کی شرانگیز باتیں کئی جگہ ہواہی ہیں۔ میں خاص طور پر ہوم منسٹر سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے اس بارے میں کیا کیا؟ انکے پاس میمورینڈم پیش کیا گیا۔ ان سے ملاقات کی گئیں۔ ڈیپوٹیشنس پیش ہوئے۔ لیکن وہ ہمیشہ بے بسی کا اظہار کرتے ہیں اور رورٹ منگواتے ہیں۔ رپورٹ دینے والے کون ہوتے ہیں اور کس طرح رپورٹ پیش ہوتی ہے، معلوم نہیں ہوتا۔ اگر اسی لا اینڈ آرڈر کیلئے تین چار کروڑ روپیے طلب کئے جا رہے ہیں تو میں کہوں گا کہ یہ رقم لا اینڈ آرڈر کیلئے نہیں لی جا رہی ہے بلکہ بدامنی کیلئے یہ رقم لی جا رہی ہے۔ اس لئے میں ہاؤس سے عرض کروں گا کہ اس پر وہ غور کرے۔ حکومت ان باتوں پر غور کرے۔ اور اپنی پالیسی کا اعلان کرے کہ آخر وہ کیا چاہتی ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ بدامنی پھلائے اور خانہ جنگی ہو۔ لیکن آپ ہی ملک کو خانہ جنگی کی طرف لیجا چاہتے ہیں۔ ہم امن و امان چاہتے ہیں۔ لا اینڈ آرڈر چاہتے ہیں۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ خواہ کسی پارٹی کا آدمی ہو اگر جرم کرے تو اسکو سزا دیجائی چاہئے۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ خاص طور پر حضور نگر میں جو واقعات ہو رہے ہیں انکے بارے میں کیا کیا جا رہا ہے اس جانب توجہ دیجائے۔

آئی. بھارتی راج گاہے (انڈ) :—سپیکر سر، سभा के सामने जो मुवाजना पेश हुआ है उस पर दो रोज से मुस्लिफ पार्टी के मेबरान की जानिब से मुस्लिफ तकरीरें हुयी हैं। कबल जिसके कि मैं अपने तफसीलत जिस सिलसिले में अर्जे करूँ चंद बातों की तरफ हायस की तबजेह दिलाता जरूरी समझता हूँ जिस बजट के ताल्लुक से मुस्लिफ पार्टी की जानिब से जो अंतराजात और जो तनखीदें हुयीं उनको जहां तक मैंने समझने की कोशिश की वे दो तरह की हैं। एक तो जिस बजट के

सिलसिले में ऐसी बातें कही गयीं जो मैं समझता हूँ कि जिस असेंबली में तो क्या बाहर भी पब्लिक के सामने न कही जायें। मुमकिन है उन्होंने अपनी पार्टी प्रोग्राम के लिये ऐसी चीजें कही हों। क्योंकि मैं समझता हूँ कि यहां के सब आनरेबल मॅम्बर्स जिससे वाकिफ हैं कि हम अस कान्स्टीट्यूशन के तहत यहां चुनकर आये हैं जिसे हमने मान लिया है और जिसका अमल करने की हमने यहां कसम खाई है। यहां पर ऐसी चीजें बयान करना जो कान्स्टीट्यूशन के बाहर हैं या जिस हाउस या यहां की हुकूमत के अकेलेदारा के बार हैं मैं नहीं समझता कि ठीक है। मिसाल के तौर पर यहां पर राजप्रमुख के सिलसिले में बहुत कहा गया है, बातें तो निचली सतह से की गयीं हैं। मैं अँवान को यकीन दिलाना चाहता हूँ कि जिस पार्टी की जानिब से जो लोग आये हैं वे कोअी खास हमदर्दी या तालुकात यहां के निजाम की खानदान से या यहां जो साबेका रूलर्स थे उनसे नहीं रखते हैं। किस हैसीयत से वे यहां मौजूद हैं और उनकी अन्स्टीट्यूशन क्या है और कान्स्टीट्यूशन की नुकतेनजर क्या है ये सब चीजें अब तक हाउस के सामने रखी जा चुकी हैं। ये तमाम चीजें जानते हुअे भी मुखालिफ पार्टी अँक फिजा पैदा करने की कोशिश की जा रही है कि जो रूलिंग पार्टी है वह अँक साबिका हुकूमत की तरह बरतने की कोशिश करती है। जिस किसम के अल्जामात सही नहीं हो सकते और न अिनसे क्वाी गलतफहमी पैदा करने की कोशिश भी करें तो पैदा हो सकती है। मुख्तलिफ मसायल हैं। जो पार्टी यहां हुक्म्रान है उसके सामने ये मसायल है। अन्वाम की जानिब से हमको मुख्तलिफ चीजें हल करनी हैं। लेकिन जब हम अमली नुकतेनजर से अिन मसायल की तरफ देखते हैं। और असका हल ढूँढते हैं तो हर मिसल के लिये हमको यह तय करना पडता है कि असको कौनसे मुकाम पर करना चाहिये और किस वक्त असको हल करना चाहिये। ये दो चीजें ऐसी हैं जिनके लिये मवाजिने पर गौर करते हुअे हमेशा खियाल में रखना जरूरी है। मुखालिफ पार्टी की तरफ से बहुत कुछ कहा गया है। उसके जियादा तफसीलात में न जाते हुअे जो मवाजना हमारे सामने पेश हैं असकी तरफ मैं अँवान की तबजेह दिलाना चाहता हूँ। गुजश्ता साल जिस मवाजने के ताल्लुक से बहुत सी बातें कही गयीं। असको पुलिस बजेट के नाम से पुकारा गया और जिसको फ्यूडल् बजेट भी कहा गया। आज भी जिस मौके पर यह बयान किया गया कि जिसका जो चौकट्टा है असको तबदील नहीं किया गया हर पार्टी के कुछ खास असूल होते हैं और उनके लिहाज से अमल हुआ करता है। काँग्रेस पार्टी के भी कुछ खास असूल हैं। आप कितनी भी तरकीब करते रहें उसके अंतजामी निजाम में तबदीली लाना चाहें तो वह कभी नहीं हो सकता। उसी चौकटे के लिहाज से बातें हो सकती हैं जिन पर काँग्रेस पार्टी या कोअी भी पार्टी अंतमाद रखती है। जिसकी खास तारीख है। फिर भी यह कहना कि चौखट्टा विरसा में मिली है और उसके लिहाज से यह अमल हो रहा है तो वह किसी तरह से सही नहीं है। जिस बात को आनरेबल मॅम्बरान जानते हैं कि किसको कौनसी चीज वरसे में मिली है। अमनोआमान खराब करने की या असको कायम रखन की कोशिश कौन कर रहा है और काँग्रेस हुकूमत जिस सिलसिले में क्या कर रही है या सब आपके गौर के काबिल है। अस पर मैं जिस वक्त जियादा जोर नहीं देना चाहता हमारी हुकूमत का जो मवाजना होता है असका जो आबिदा का प्रोग्राम है असको देखने का अँक आजीना होता है और असको देखने का अँक तरीका होता है। अस लिहाज से असकी तरफ देखना चाहिये सबसे बडा अंतराज यह हुआ कि गुजिशता मवाजिने के अंदर जो रकूमात नेशन बिलिन्ग के लिये रखी गयी थीं वह सब खर्च नहीं की गयीं और दीगर अखराजात पर ही जियादा खर्च हुआ। जिस अंतराज के सिलसिले में मैं हाउस के सामने जिस चीज को रखना चाहता हूँ जिसका अमल हमी पैदा करने की कोअी जरूरत नहीं है। अिसबास्ते कि जिस मद् में तालीम और असके

साथ साथ जो दूसरे नेशन बिल्डिंग के मद्द हैं जैसे मेडीकल पब्लिक हेल्थ अप्रोकलचर उनका अगर आप मुलाहिजा फर्मायेंगे तो जाहिर होगा कि यह सही नहीं है क्योंकि जिनके सिलसिले में जो साबिका खर्च था वह पूरा हो चुका है। सिर्फ अज्युकेशन के फीगर्स (Figures) में जो फर्क मालूम हो रहा है उससे गलतफहमी पैदा होने का भ्रमकान है। साबिका बजेट में अज्युकेशन के लिये ग्रैंट के तौर पर जो रकमात रखे गये थे उनको गुजिस्ता जून के महीने में मंजुरी दी जा चुकी है और अब कोयी मौका बाकी नहीं रहता। लेकिन फिर भी यह कहना कि उसमें से कुछ रकमात बचाकर खर्च नहीं किये गये किसी तरह से सही नहीं है। हर वक्त जो रकमात मंजूर हुअे वह मुल्क की और आमतौर पर अव्वाम की तरक्की के लिये खर्च किये गये हैं। लेकिन जिन पर और जियादा खर्च करने की जरूरत है उसके बारे में गौर किया जा रहा है। अनुकी तरफ तवजे होगी।

यह भी कहा जाता है कि अडमिनिस्ट्रेशन पर बहुत जियादा अखराजात होते हैं। और पुलिस पर बहुत जियादा खर्च हो रहा है। यह ठीक है। यहां के जो हालात हैं उनको लिहाज से और यहां की जो तारीख हैं उसको लिहाज से और जिस तरीके पर यहां तबदीली हुयी है, यह हुकूमत कायम हुयी है और जो अकतेदारात अिस हुकूमत को मिले हैं उसकी खास तारीख है और अिस सिलसिले में हर मुल्क की अलग अलग तारीख हो सकती है। अिवस लिहाज से हर चीज गौर कर के तयकी जा सकती है। यहां की हुकूमत का मुकाबला बर्मा की हुकूमत से या और किसी मुकाम की हुकूमत से कर के गलतफहमी पैदा करना किसी तरह से सही नहीं हो सकती। वहां पर जो अिन्क्लाब हुआ है वह अलग तरीके से हुआ है और यहां पर जो तबदली हुयी है वह अलग तरीके से हुयी है। अिस लिहाज से यह कहना कि बहुत तरक्कीपसंद अेक्हामात वहां पर किये गये और वे यहां पर नहीं किये गये हैं। और अिसलिये अिस बजेट की कोयी तारीफ न की जाय अैसा कहना ठीक नहीं है। कम कम मैं अिसमें कयी चीजें अैसी बता सकता हूं जिनको हमें अेप्रीशिएट (Appreciate) करना चाहिये। लेकिन क्या मुखालिफ पार्टी के मेंबरान असको मानेंगे? मैं अनुसे यह पूछना चाहता हूं कि क्या अिस बजेट में तमाम निकम्मी बातें हैं और अच्छाई का कोयी कदम ही नजर नहीं आता? मैं समझता हूं कि मुखालिफ पार्टी को जिस दृष्टी से अिस बजेट की तरफ देखना चाहिये अस दृष्टी वह नहीं देख रही है और अिस बजेट के साथ वह नाअिन्साफी कर रही है। आप कितनी ही मुखालिफत करते रहे तो भी जो अिस बजेट की खास बातें हैं वे छिपी नहीं रह सकती और आंख से ओझल नहीं हो सकती मैं मानता हूं कि तमाम अव्वाम की भलायी करने के लिये उनके तमाम मसायल हल करने के लिये अिसमें प्रोवीजन नहीं है और न किसी जगह अैसा हो सकता है। अगर आप यह तवक्को करते हैं तो गलत तवक्को करते हैं। अगर आप समझते हैं कि अेक या दो साल के अंदर पूरे मुल्क के घर के तालीम के और सीहत वगैरह के पूरे मसायल हल होंगे तो वह गलत अंदाजा है और अिस तरह से किसी भी मुल्क में किसी ने भी हल नहीं किया है। अिन चीजों के हल करने का अेक खास तरीका होता है अेक अप्रोच (Approach) होता है उसीकी तरफ मैं अिस बजेट के सिलसिले में आपको ले आता चाहता हूं। आप देखिये तालीम के सिलसिले में गुजिस्ता साल में कितनी रक्कम रखी गयी थी और जिस साल असमें क्या अिजाफा किया गया है। पब्लिक हेल्थ के ताल्लुक से जो रक्कम की कमी हुयी है उसके जरिये से यह अेताराज किया जाता है कि जो रक्कम पहले रखी हुयी थी वह खर्च नहीं हुयी असमें बचत हुयी है। लेकिन मैं तो कहूंगा कि पब्लिक हेल्थ के ताल्लुक से अगर रक्कम बचती है यह गवर्नमेंट की अच्छी कारगुजारियों का नतीजा है। क्या

आप चाहते हैं कि अमराज बढ़ते जायें प्लेग और कालरा बढ़ते जाय और उनको दूँस करने के लिये हम अलग अलग तदाबीर अस्तियार करें और उसके लिये हर साल जियादा रुपया खर्च करते रहें अगर पब्लिक हेल्थ के लिये कम खर्च किया जा रहा है तो वह खुशी की बात है। जिस तरह से ला अँड आर्डर कायम करने के लिये अखराजात कम किये जायें तो वह जिस तरह अच्छी चीज की अलामत होती है उसी तरह से पब्लिक हेल्थ पर अगर कम खर्च किया जाय तो वह मुलकी खुशहाली की अलामत हो सकती है। इसलिये मैं मुबारकबाद देना चाहता हूँ कि गुजिस्ता साल के अंदर हमारे यूलक में पब्लिक हेल्थ पर कम खर्च करने की जरूरत पड़ी और उसमें बचत हुई। इसके बाद टेनन्सी अँकट और पंचसाला योजना और दीगर मसायल के बारे में कहा गया। लेकिन वक्त कम होने की वजह से मैं उसका जायजा उस वक्त लूँगा जब कानून की शकल में यह सवाल हमारे सामने आयेंगा। इस बजेट के सिलसिले में मैं सिर्फ दो तीन चीजें आपके सामने रखना चाहता हूँ। हुकूमत के सामने उन चीजों को रखने की जरूरत समझता हूँ अनिकी जानिब हुकूमत को तबजह करना जरूरी है। महकमे तालीम के सिलसिले में सुभे अर्ज करना है कि हुकूमत की पालिसी है कि खानगी बिदारों को इस बात की अजाजत दी जाय कि वे अपने प्राथमरी स्कूल्स हाथीस्कूल्स चला सकें और वे अब्बाम को तालीमयाफता बना सकें। इस पालिसी को अँनकरेज (Encourage) करने के लिये उनको काफी ग्रँट और अिमदाद देने की जरूरत है। मैं जानता हूँ कि बहुत से बिदारे ऐसे हैं खासकर मराठवाडे के सिलसिले में मैं यह कहना चाहता हूँ जिनको काफी ग्रँट नहीं दी गयी है। कोआपरेटिव्ह डिपार्टमेंट के सिलसिले में मैं यह कहना चाहता हूँ कि इस मोहकमे पर कम खर्च किया जा रहा है। उसके अफसर और सर्विसेस के सिलसिले में मैं यह नहीं कहना चाहता लेकिन प्रोपगंडा के सिलसिले में कहना चाहता हूँ कि गुजिस्ता साल कुछ चीजें गवर्नमेंट के सामने थीं, जिनको कामयाब बनाने के लिये मैंने यह सुझाया था कि अँक कमेटी मुक्रर करके उसको यह काम दिया जाय कि कामों को कामयाब बनाने के लिये वेज अँड मीन्स (ways and means) हो सकते हैं लेकिन उस पर कोयी अमल नहीं हुआ। इस साल में देखता हूँ कि इसके लिये जो प्रोवीजन होना चाहिये था वह कम हुआ है। मैं हुकूमत से अर्ज करूँगा कि कोआपरेटिव्ह डिपार्टमेंट अँक औसा महकमा है जिसके लिये हमें जियादा से जियादा रक्कम देने की जरूरत है। अुमीद कि गवर्नमेंट इस पर ध्यान देगी।

जिराजत के पुराने तरीके में बदल करने की जरूरत है। अनि चंद बातों को हुकूमत के सामने रखते हुअे मैं आखिर में यह कहना चाहता हूँ कि अब्बाम की भलायी की कुछ खास अलामात इसमें मौजूद हैं यह हम को साफ तौर से जानना चाहिये इसके लिय मैं हुकूमत को मुबारकबाद देना जरूरी समझता हूँ।

مسٹر اسپیکر :- اب ہاؤس انجورن ہوتا ہے ۔ ۔ ۔ کو پھر ملینگے ۔

(The House, then, adjourned for recess till ten minutes past Eleven of the Clock.)

(The House re-assembled after recess at 10 minutes past 11 of the clock, Mr. Deputy Speaker in the Chair.)

Motion for increasing the strength of the unemployment Committee.

Mr. Deputy Speaker : Before we start discussion on the Budget, the Leader of the House will move a motion.

Shri B. Ramakrishna Rao : Mr. Speaker, Sir I beg to move "That this Assembly grants leave to increase the strength of the Unemployment Committee constituted by the House on 18th July, 1952 from 11 to 12 and to include Shri V. B. Raju as its member".

Mr. Deputy Speaker : Motion moved.

شری بی۔ رامکشن راؤ۔ یہ موشن پیش کرنے ہوئے میں اپنا ہی عرض کر چاہتا ہوں کہ شری وی۔ بی۔ راجو یہ حیثیت لیبر منسٹر اس کمیٹی کے پہلے چیرمن تھے۔ انہوں نے اس کمیٹی کا کام جزاً یعنی پارٹلی (Partly) انجام دیا ہے۔ اب ان کی حیثیت ایک منسٹر کی نہیں رہی اور ان کی خدمات سے اس کمیٹی کو استفادہ کرنا ضروری ہے۔ میں توکل ہی اس بارے میں مزمن پیش کرنے والا تھا۔ لیکن متعلقہ سکشن دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ پہلے ٹائم اکسٹنڈ کرنے کے متعلق موشن منظور ہونا چاہئے۔ اس کے بعد یہ موشن پیش کیا جاسکتا ہے۔ اب چونکہ ٹائم اکسٹنشن (Time Extension) کے متعلق ہاؤس نے منقوی دیدی ہے اس لئے آج میں اس مزمن کو پیش کر رہا ہوں۔ اس سلسلہ میں میں ہاؤس سے یہ استدعا کرتا ہوں کہ اس کمیٹی کی اسٹرنگتھ (Strength) گیارہ سے بارہ کر دیجائے۔ کسی اسٹیچوٹری کمیٹی کے ممبروں کی اسٹرنگتھ بڑھانے کے متعلق ہاؤس کا کنسنٹ لینا ضروری ہے۔ اس وجہ سے میں نے رولس کے تحت ہاؤس کے سامنے موشن پیش کیا ہے کہ اسٹرنگتھ گیارہ سے بارہ کر دیجائے اور آرہیل ممبر فار سکندراباد کو ایک ممبر کی حیثیت سے شریک کر لیا جائے۔ کل آرہیل لیڈر آف دی اوزیشن نے یہ سنجیشن پیش کیا کہ منسٹروں کو ایسی کمیٹیوں میں رہکر کام کرنے کے لئے کم فرصت ملتی ہے اس وجہ سے بہتر ہوگا کہ شری وی۔ بی۔ راجو کو چیرمن مقرر کر دیا جائے۔ لیکن رول نمبر (۱۸۶) کے لحاظ سے اسٹیچوٹری کمیٹیوں کے لئے منسٹر کو ہی چیرمن رہنا چاہئے، بجز اس کے کہ وہ اپنا رائٹ ویو (Waive) کریں۔ ہم کو اتنے امپلیکیشن (Implication) میں جانے کی ضرورت نہیں کہ اوں سے رائٹ ویو کرایا جائے اور آرہیل ممبر فار سکندراباد کو چیرمن مقرر کیا جائے۔ اگر منسٹر متعلقہ کو فرصت نہ ہوگی تو ظاہر ہے کہ وہ کسی دوسرے کو چیرمن بنا کر کام چلانے کا مجاز کر سکیں گے۔ اس میں ہم کو کوئی دقت نہیں ہوگی۔ اگر موجودہ لیبر منسٹر کو فرصت نہ ملے تو کسی دوسرے ممبر کی خدمات میں کام جاری رکھنے کا حکم دیسکتے ہیں۔ چنانچہ وہ خود بھی یہی چاہتے کہ ایسی صورت میں جب کہ شری وی۔ بی۔ راجو

बे حیثیت منسٹر اس کمیٹی کی صدارت کرچکے ہیں - تو اب بھی وہ صدارت کرتے رہیں اس میں کوئی دقت بھی ہم کو نہ ہوگی - میں نے اسی وجہ سے کل یہ سنجیشن پیش نہیں کیا .. اس کے علاوہ وہ رول کے برعکس تھا - بہر حال اب میں ہاؤس سے استدعا کرتا ہوں کہ کمیٹی کی اسٹرنکچر کو گیارہ سے بارہ کر دیا جائے اور آنریبل ممبر فارسکند آباد کو بہ حیثیت ممبر کے اس میں شامل کر لیا جائے -

شری وی۔ ڈی۔ دیشپانڈے - میں نے کل جو سنجیشن اس سلسلہ میں دیا تھا رول کے تابع سمجھ کر دیا تھا - لیکن اب جبکہ لیڈر آف دی ہاؤس نے اس سلسلہ میں تفصیلی معلومات ہم کو دی ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں کوئی عذر نہیں ہو سکتا - موشن ہاؤس کے سامنے ہے - میں اس کی تائید کرتا ہوں - لیکن ایک چیز میں کابینہ کے سامنے لانا چاہتا ہوں کہ ہمارے پاس اسٹیمپس کمیٹی ان امپلائمنٹ کمیٹی اور دوسری کمیٹیوں کی صدارت منسٹرس کرتے ہیں - لیکن ہاؤس آف دی پیپل (House of the people) میں اسٹیمپس کمیٹی کے صدر ڈپٹی اسپیکر ہوا کرتے ہیں - انگلینڈ میں جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے لیڈر آف دی اپوزیشن کو اسٹیمپس کمیٹی کا صدر بنایا جاتا ہے - میں وہاں کی پریکٹس فالو کرنے کے لئے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ کاروبار کے سلسلہ میں جو دقتیں پیش آتی ہیں اون کو کابینہ کے سامنے لانا چاہتا ہوں - اگر کمیٹیوں کی صدارت منسٹر متعلقہ کریں تو وہ اتنا وقت نہیں دے سکتے کہ اس کمیٹی کا کام جلد ختم ہو سکے اور کمیٹی فنکشننگ کمیٹی بن سکے - اس چیز کو خیال میں رکھا جائے تو مناسب ہے - چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ہماری دو کمیٹیاں یعنی اسٹیمپس کمیٹی اور ان امپلائمنٹ کمیٹی فنکشننگ کمیٹیاں نہیں بن سکیں - گو ہمیں اس کے لئے پورا سال دیا گیا لیکن دو تین سے زیادہ یہ کمیٹیاں سٹنگس نہ کر سکیں - ہم کوئی رپورٹ بھی ہاؤس کے سامنے پیش نہ کر سکے - اس لئے اس کا بھی خیال رکھا جائے تو ٹھیک ہوگا تاکہ ہماری کمیٹیاں کار گزار کمیٹیاں بن سکیں - اتنا کہتے ہوئے میں موشن کی تائید کرتا ہوں -

Mr. Deputy Speaker : The question is :

“That this Assembly grants leave to increase the strength of the Unemployment Committee constituted by the House on 18th July, 1952 from 11 to 12 and to include Shri V. B. Raju as its member”.

The Motion was adopted.

منسٹر ڈپٹی اسپیکر - آنریبل مینبر ۱۱ بجکر ۳۰ منٹ سے اپنا اپلائی دینگے -

Budget-General Discussion.. (contd).

श्रीमती आशाताजी बाघमारे (वैजापूर) :- माननीय अध्यक्ष महाराज, मी प्रथम अर्थसंस्थांचे अभिनंदन करते, कारण त्यांनी जे अंदाज पत्रक सादर केले ते आमच्या अपेक्षेपेक्षा बऱ्याच कमी तुटीचे आहे. दोन दिवसापासून त्या संबंधी जी चर्चा चाललेली आहे ती बरून असे दिसून येते की, दुष्काळी परिस्थिती असल्यामुळे अंदाज पत्रक बऱ्याच तुटीचे येतील असे आम्हाला

बाटत होते, पण ते फारच थोड्या तुटीचे आले आहे. जेव्हां नवे अंदाजपत्रक तयार करावयाचे असते तेव्हां सर्वच गोष्टी अंदाज्याने घ्यावयाच्या असतात. जी टीका सध्या सरकारवर होत आहे तींतून अंक गोष्ट मला स्पष्ट दिसते कीं पोलीसवर गतवर्षी पेक्षा ३० लक्ष रुपये कमी खर्च केले जाणार आहेत.

गतवर्षीच्या आणि या वर्षीच्या अंदाजपत्रकांत मुख्यत्वेकरून जो फरक आहे तो खालील प्रमाणे आहे. गत वर्षी शिक्षणावर ४४२ लक्ष रुपये खर्च झाले होते पण या वर्षी ४७५ लक्ष रुपये खर्च होणार आहेत, म्हणजे शिक्षणासंबंधीच्या खर्चात ३३ लक्ष रुपयांची वाढ झालेली आहे. मेडिकल वर गत वर्षी १०७ लक्ष रुपये खर्च झाले होते त्या अवधी या वर्षी १११ लक्ष रुपये खर्च होणार आहेत. म्हणजे ४ लक्ष रुपयांची याही खर्चात वाढ झालेली आहे. तसेच आरोग्यावर गत वर्षी ५३ लक्ष रुपये खर्च झाले होते पण या वर्षी ६५ लक्ष रुपये खर्च होणार आहेत.

या दृष्टीने या वर्षीच्या अंदाजपत्रकांत पोलीसशिवाय अितर लोकोपयोगी कामांच्या खात्यावर वाढ झालेली आहे आणि अशीही आशा करण्यास हरकत नाही की पुढील कांही वर्षात पोलीसवरचा खर्च याहूनहि कमी होतील.

शिक्षण आणि आरोग्य यावर सध्या जितका खर्च होतो आहे त्यापेक्षा जास्त झाला पाहिजे. विशेषतः प्राथमिक शिक्षणासारख्या बाबींवर जास्त भर दिला पाहिजे. परंतु मला असे म्हणावे लागते की, मिडिलस्कूल, हायस्कूल इत्यादि सरकारच्या ताब्यांत असल्यामुळे त्यावरच जास्त खर्च होत आहे, आणि प्राथमरी शिक्षणावर त्या मानाने कमी खर्च होत आहे. या गोष्टीकडे मी माननीय शिक्षण मंत्र्यांचे लक्ष वेधू अिच्छिते. तसेच जे पैसे शिक्षणावर खर्च होतात त्या पैकीं बहुतेक पुरुषांच्या शिक्षणावरच खर्च होतात. अुदाहरणार्थ यावर्षी प्राथमरी शिक्षणावर २३२ लाख रुपये खर्च व्हावयाचे आहेत, त्यापैकीं पुरुषांच्या शिक्षणावर १७६ लक्ष रुपये खर्च व्हावयाचे आहेत; आणि फक्त ५६ लक्ष रुपये स्त्रीशिक्षणावर खर्च होणार आहेत. यावरून असे स्पष्ट दिसते कीं स्त्री-शिक्षणावर खर्च फारच कमी होणार आहे. मला सांगावयाचे आहे कीं, जोपर्यंत स्त्रीशिक्षणाकडे दुर्लक्ष केले जातील तोपर्यंत सामाजिक अुन्नती शब्दिकच राहिल. मला वाटते कीं सामाजिक प्रगति समाजांत अत्यंत नीतिमान लोक तयार झाल्याशिवाय होत नाही आणि जोपर्यंत माता सुशिक्षित होणार नाही तोपर्यंत नीतिमान नागरिक तयार होणार नाहीत. सुशिक्षित माता तुम्हाला पाहिजे असतील तर स्त्रीशिक्षणाकडे जास्त लक्ष दिले गेले पाहिजे. म्हणून सुशिक्षित मातेची जबाबदारी पहिल्याने वाहिली पाहिजे. जितक्या प्रमाणांत स्त्रिया जास्त सुशिक्षित होतील तितक्या जास्त प्रमाणांत अुत्तम नागरिक तयार होतील. कोणत्याहि राष्ट्राची संपत्ती त्याच्याजवळ किती खजीना आहे यावर अवलंबून नाही तर त्यांतील अुत्तम नागरिकांवर अवलंबून असते, आणि ते तयार करण्यासाठी स्त्रीशिक्षणावर जास्तीतजास्त लक्ष दिले पाहिजे. अंक पुरुष शिकला तर तो अंकटाच शिकतो पण अंक स्त्री शिकली तर ती सर्व कुटुंबाला शिकवते. (टाळ्या) स्त्रीशिक्षणावर जितका कमी खर्च होणे ही गोष्ट हंदराबादसारख्या राज्याला कमी प्रतीची आहे. म्हणून मला असे सांगावयाचे आहे कीं दोन चार वर्षे पुरुष शिक्षण बंद ठेवले तरी चालेल परंतु स्त्रीशिक्षणावर जास्त भर दिला पाहिजे. (टाळ्या).

वरील ज्या सूचना मी नामदार शिक्षणमंत्र्यांना दिल्या आहेत त्यांवर ते अवश्य विचार करतील अशी आशा प्रकट करून आणि अर्थमंत्र्यांनी अत्यंत काटकसरीने हे बजेट तयार केले याबद्दल त्यांना पुनः अंकदा धन्यवाद देऊन मी आपले भाषण पुरे करिते.

شری وی۔ ڈی۔ دیشبانڈے - مجھے نہ کہنا ہے کہ صبح کا سیشن ہونے کی وجہ سے ہمیں مباحثہ کے لئے صرف چار ہی گھنٹے مل رہے ہیں - یوں بھی دیر ہ بجے کی بجائے ایک بجے کا وقت مقرر کیا گیا ہے جسکی وجہ سے آدھا گھنٹہ کی کٹوتی ہو رہی ہے۔ اسلئے میں کہوں گا کہ آج دو بجے تک اجلاس رکھا جانا مناسب ہے تاکہ ہمیں بحث کا موقع مل سکے۔

مسٹر ڈپٹی اسپیکر - اگر ہاؤس بیٹھنے کے لئے رضامند ہے تو مجھے عذر نہیں ہے۔

Dr. G. S. Melkote : I have no objection.

Mr. Deputy Speaker : Then, we will continue till 2 p.m. Shri V. B. Raju.

Shri V. B. Raju (Secunderabad-General) : Mr. Speaker, Sir, I would like to recall the discussions that took place last year on the Budget presented then and the suggestions made by the Opposition to the Government, for the purpose of establishing that the wishes of the opposition have been respected by the Government. It was said then that though the party in power had committed itself to the people to do so many things, yet physically it would not be possible to fulfill them immediately in view of certain considerations which were beyond the control of the Government and the people. The opposition desired that at least an approach should be made in that direction. I remember I had said then that the party in power was thinking exactly in similar terms and was moving in that direction. I would like to point out that the present budget is a very truthful and correct indication of that approach.

If the actuals of 1951-52 are taken and compared with the revised estimates of 1952-53 and the budget estimates of 1953-54, it is evident that a progressive decline has been shown in the non-developmental activity of the Government. For instance, the police expenditure of Rs. 592.9 lakhs in 1951-52 has been cut down to Rs. 338.57 lakhs in the budget estimates for 1953-54. Similarly in respect of jails, though there is a bit of an increase, it is only in respect of ameliorative activity in the jails but it would be noticed that on the administrative side there has been a reduction. On administration it was 96.72 lakhs of rupees in 1951-52 while at the moment it has been cut down to Rs. 90.38 lakhs. Thus, if the figures are studied in a comparative manner, the opposition will agree that the party in power has moved, though slowly, in the right direction.

Apart from this, I would like to throw light on certain fundamental points which need consideration by the opposition also. If the expenditure side is analysed, it will be noticed that round about Rs. 16 crores is the expenditure on non-developmental activity whereas on developmental and nation-building activities it is just about Rs. 12 crores. This balance has to be disturbed in favour of developmental activity. The opposition and the party in power should strive to see that the expenditure on developmental activity should be raised to at least 50% more by next year. That should be the broad objective for both. I am sure that the party in power will endeavour to do its best in this direction and that the opposition will try to show ways and means to achieve this objective instead of attacking on one item or the other on political grounds. If on financial grounds and on administrative grounds suggestions are forthcoming, I am sure the Government will consider them.

Then another analysis of the budget will reveal that the tax income derived from the State is about Rs. 20 crores out of Rs. 28 crores—I think it is more than 20 crores of rupees. There is the other State tax income which is secured from the Govt. of India to the extent of Rs. 333 lakhs. Thus, the total tax income is the total sum of nearly Rs. 28 crores, whether it is secured through the Central Govt. or through the taxes collected by the State, is just about 23.72 crores of rupees. The Hyderabad Budget does not give the hope that there is any income which has got elasticity and which really exhibits the prosperity of the people. The income that ought to have been derived from commercial undertakings, from industrial undertakings, from power production etc., is not found in the Hyderabad Budget. The Electricity Dept. in Hyderabad has been losing hitherto. For the first time, this year a profit of Rs. 3 lakhs was on the revenue side. The income that was being secured from road transport, which really is the backbone of our future revenues, has declined. This is surprising—why surprising, it is shocking. An expanding concern, a concern which has been built as one of the best in India and which has been properly planned, has given us a shock this year. There is a very big fall in revenue this year through this source. I request the Government to institute an enquiry immediately into this matter and see whether there are wastages etc., or whether there is really a fall in passenger traffic. It has been said that there has been a decline in passenger traffic on the railways

also. If that is the case and if it is true that in Hyderabad there is a fall in the passenger traffic, I shall have to say that there is no prosperity. I do not think that those persons who were formerly making use of the transport services are walking today. It is not the psychology or tendency of the people, when once they have taken to speedy travel and convenient transport, to forego that convenience and go by walk. This matter has to be examined thoroughly. I for one feel that the road transport organization has been left vague; neither a corporation has been constituted for managing it nor a Board Management has been existing; it is merely a Department of Govt. that is looking after it, which is not very healthy for such commercial activity.

Then I come to the other items, like the State Industries, *i.e.* industries owned by the State and managed by the State. These industries too are not showing any progress as such and we cannot depend upon them to come to our aid in moments of crisis. Why I am stressing on this point of the commercial undertakings power production and industries is that the content of our budget is mostly made up of excise revenue. As one belonging to the Congress Party, ideologically convinced and committed to prohibition, I believe we cannot develop our income in this field. It is already said that this income is being contributed by the poor man and the brunt of the burden in being carried by the poor man, we have to give him relief. If we have to increase the prosperity of the rural population, we have to check the vice of drink. Whatever the other political parties may say, in Madras the standard of living of the rural masses has been increased because of prohibition. There might be corruption and there might be certain malpractices. They are not the things that we should take though they should not be neglected. I do not mean that I am proposing prohibition here and now, but our structure should not be built on the hope of this excise revenue. Even in that there is a fall. There is a fall in forest revenue; there is a fall in all these tax revenues. Therefore, the Govt. has to endeavour to build up its resources through such concerns which secure profit to the State Exchequer.

The Central Government is giving us assistance for the implementation of our plans. I was discussing this matter with the officers of the Department. In this matter I feel it is my duty to bring to the notice of the House certain lacunæ. We are borrowing from the Central Government 2½ to 3

crores of rupees every year—it was $3\frac{1}{2}$ crores last year and we are hoping to get 5.3 crores this year—for the implementation of plans which will go on for the planning period. The original demand was for 10 crores of rupees as central assistance in the shape of loans. May be, we have to go beyond the amount of Rs. 10 crores, because we cannot borrow from our local markets. Supposing we begin to borrow, there is the interest we have to pay on the amount and at the same time we have to redeem the loan; it might be a loan for 10 years within which period we have to redeem the loan. This redemption amount of the loan and the interest to be paid every year will go into our revenue budget. It is not merely borrowing and expending on capital works. How are we going to meet this liability? What is the source we will find to meet this? Is there any new taxation? I should say that we have reached a saturation point in taxation. If we go on taxing, I think we will be impoverishing the rural people. That is why I have come to the deduction that we have to look to the other sources of income through commercial activity, through industries and through power production and selling the power. How are the amounts to be repaid in respect of loans taken for capital works and the amount of nearly Rs. 10 crores which we have to spend under Revenue Account for nation building activities like education, public health and so on? We have to find out a way. Fortunately, we had secured an additional subvention from the Govt. of India to the tune of Rs. 2.5 crores for the four years of the planning period, which is going to meet the expenditure to the extent of Rs. 10 crores, but it should not be taken that the money which we have is quite sufficient to meet our deficit budget. Even though this budget is balanced, I would say that it ought to have been a deficit budget. If we examine, we find that the moneys that have been provided for the planned items are not in the proportion as scheduled originally. Even though money may be made available, the structure of the Government and the administration is such that any expenditure should be progressive.

The point is how far are we going to implement the plan and to what extent. As I said, our budget ought to have been a deficit budget; it is bound to be like that as long as we don't resort to new taxation or do not find any alternative sources of income. In this respect, we have to convince the Government of India—as originally represented—that they should provide us at least a sum of 1 crore of rupees to balance our budget.

The second point I would like to draw the attention of the House is about the threat of cancellation of export customs duty. We should make strong representations to the Government of India that they should allow us to continue export duty. Even about import duties, I feel that we ought to have gone a bit slowly. I am not making criticisms. What I say is that we must look to the present situation and the psychology of the people to pay taxes. We cannot afford to lose what we are getting. It is very difficult to get new sources of income. In the matter of sales tax also, there is a fall in the income.

Mr. Deputy Speaker : The hon. member may please try to finish his speech early.

Shri V. B. Raju : I will only take a couple of minutes, Sir.

The expenditure incurred on R.T.D. is not before us. The expenditure incurred on State trading of foodgrains is also not before us. Both of these involve crores of rupees. The expenditure may go beyond 10 crores of rupees. As this House is not conversant with the details of this expenditure, I would request the Government to lay on the table of the House details in respect of this expenditure. Similarly, we do not know the expenditure incurred on the Electricity department and the Irrigation projects. Even though the sums are shown on the capital side, we do not know details. As we are spending crores of rupees on irrigation projects, power production and State Trading, I would request that enquiries be instituted as to whether the targets have been achieved. The sums allotted for all these major works are not real sums. I am afraid, the House has to be approached for an extra 25 or 50%.

Lastly, I should like to say that procurement and distribution of food should be done on a 'no loss, no profit' basis. When the Government of India withdrew the subsidy, we found that it was justified—at least some of us. Even though a sum of Rs. 12½ lakhs has been provided for this, it has really gone up to Rs. 34 lakhs in the current year. If we analyse the expenditure incurred on the establishment of food procurement and distribution, we will notice that it is a constant figure—even though we have decontrolled jowar and other millets. We have now only rice and paddy to procure. This point we will have to examine carefully. Merely touching

this point from a political point of view will not give us a solution. It is essentially a financial problem and in my opinion the Treasury Benches and the Opposition Benches will have to put their heads together to find a solution. Whether the members are fully represented or not is not the point. In my opinion, only experts—who are still available—can save the Hyderabad finances.

Thank you.

శ్రీ రామనాథం—

సీకర్, సర్,

ఈ బడ్జెటు విషయంలో వచ్చిన చర్చల సందర్భములో కొన్ని విషయాలు ముందుకు వచ్చాయి. వాటిని గురించి కొద్దిగా చెబుతాను. అసలు, యీ బడ్జెటు చాతా డిస్‌అపాయింటింగ్ (disappointing)గా ఉందని చెప్పాలి. ఎందుకంటే, దీనిలోని మద్దతుల తీసుకుంటే, అసలు మనదేశంలో ఉత్పత్తికి స్థానమైన (Industries) మీదగాని, వ్యవసాయమీద గాని చాతా తక్కువ ఖర్చుపెట్టే రూపం కనబడుతోంది. జీ. యం. ఎఫ్. (G.M.F.) తీసుకొని, ఆ మద్దతుల (Study) చేస్తే దానిలో ఆ డిపార్టుమెంటు, అఫీషియల్స్ (officials) ను (maintain) చేయుటకు ౧౯ లక్షలు ఖర్చు చూపిస్తున్నారు. గాని (industrial fillip) కు అనగా (industries)ను ఎక్కువ చేయడానికి, అనగా వాటిని అభివృద్ధి పరచడానికి గాని, పునరుద్ధరించడానికి గాని, యీ బడ్జెటులో (scope) స్కోప్ లేదు.

ఒక్క పరంగల్ తోటలో చూచినట్లయితే, పదిపేల మంది నిరుద్యోగులున్నారు. ఒకటో ముప్పైపేల జనాభా ఉన్న చోట పదిపేల మంది నిరుద్యోగులున్నారుంటే, ఇది చాతా (serious) అయినట్లవంటి విషయం. ఆంధ్రాప్రదేశ్ మిల్లు విషయం చూచినట్లయితే యుద్ధకాలంలో సహా దించిన తాభాలతోటే మిల్లును పెంచు తున్నారు. క్రిందటి సంవత్సరం నాలుగు లక్షలు (net profit) వచ్చింది. అంటే, ఈ లెక్కలు సక్రమంగా ఉన్నాయా లేవా అనునది ప్రస్తుతం సేను చర్చించుట లేదు. కాని ఇంత పెద్ద మిల్లును ఎంతో పొండికగా నడుపుతూ ఎంతో (burden, workers) మీద పేస్తూ పని చేయిస్తే నాలుగు లక్షలు (profit) వచ్చింది. నాందేడు మిల్లు కూడా యిదే విధంగా ఉంది. (Work load) ను పెంచి (status quo) ను (maintain) చేయడానికి కష్టపడుతున్నారు. ఈ విధంగా (textile) మిల్స్, ఆయిల్ మిల్స్, చిన్న మిల్స్ వగైరాలన్నీ (collapse) అవుతున్నాయి. మైన్స్ (Mines) లో తీసుకొన్న పెద్ద ఎత్తున (heavy unemployment) ఏర్పడుతోంది. కాబట్టి యీ ఫిగర్లు (figures) అన్నీ చూస్తే దేశంలో పెద్ద (crisis) ఏర్పడుతున్నట్లుగా అర్థమవుతుంది. గ్రామాలలోకి పోయి చూస్తే పంటలు పాడైపోయి, భూమిమీద పనిచేసే కూలీలలో నిరుద్యోగం ప్రబలుతోంది. రైతులవద్ద ధాన్యం గింజలు లేవు. తోళ్ళు కార్మికులలో కూడా యీ విధంగానే నిరుద్యోగం ఎక్కువైపోతోంది. ౩౦, ౪౦ కార్మికులూండే పరంగల్ ఇప్పుడు ఏడేనిమిది మాత్రమే నడుస్తున్నాయి.

ఆరేడు నెలలనుండి ఒక్క పూట కూడా కడుపునిండా తిండి తేని కుటుంబాలున్నాయి. ఎన్నో దీనాలుగా అన్నము తినని (families) ను మేము చూశాము. ఈ (Crisis) మీద ఏమాత్రంకూడా (conception) యీ బడ్జెటు తీసుకరావడం తేదు. ఇది యీ బడ్జెటులో ప్రధానమైన (weakness) ఇందులో (resources) కూడా తక్కువగా ఉన్నాయి. (Poorer classes) నుంచి వస్తున్న డబ్బు కూడా ఎవరి చేతుల్లోకి పోతోందో చూస్తే అదంతా (officials) చేతుల్లోకి, జాగీర్దార్ల చేతుల్లోకి, సైజాం చేతుల్లోకి పోతోంది. ఇది ఒక (broad picture) గా మనం చూస్తే తలుస్తుంది. ఈ (parasitic class) లకు పోతున్న యీ (finances) ను కనీసం (industrial) సంస్థల మీద పెట్టి వాటిని చేస్తున్నారా అది అంటే ఏమీ కనబడుట తేదు. మనవద్ద సున్నపుడు డబ్బునంతా శుభ్రంగా (status quo) ను (maintain) చేయడానికి మాత్రం ఖర్చు పెడుతున్నారు. మనం తొమ్మిది పది సంవత్సరములనుంచి నిరంకుశ పరిపాలన నుంచి బయట పడ్డానికి (fight) చేస్తున్నాము. రామరాజ్యం స్థాపిస్తామన్నారు. దానికోసం (fight) చేశాము. ఇది సైజాంలో వ్యక్తిగతంగా చేసిన (fight) కాదు. ఇక్కడ ఉన్నటువంటి జమిందారీ జాగీర్దారీ (parasitic classes) గా ఏపైతే ఉన్నాయో దానికి వ్యతిరేకంగా (fight) చేశాము; చేస్తున్నాము. అది అసలు (basic) విషయము. ఈనాడు ఉన్న (industries) కు (fillip) ఇవ్వాలి. తేక పోతే మనకున్నకొద్దివాటి (industries, monopolists) ల చేతుల్లోకి పోయి మనం దెబ్బ తింటాము. పూరర్ క్లాస్ (poorer classes) మీద టాక్సు (tax) పేసి వసూలు చేసిన డబ్బు (status quo maintain) చేసేవాళ్ళ చేతుల్లో పడుతోంది. సైజాముకు డబ్బు ఇస్తున్నారు. ఆ (question) తీసుక వచ్చినప్పుడు “ మేము చాలా ఆర్డర్లీ (orderly) గా పోతున్నాము ” అని అంటున్నారు. ఈ విధాన మేమిటో అర్థము కావడములేదు. విశాలాంధ్ర సమస్య ఏమైంది? ముందు ఆంధ్ర రాష్ట్రం తీసుకోవాలన్నారు. దానికోసం శ్రీరాములు గారు ప్రాయోగ పేశము చేసి మరణించారు. ఆయన మరణానికి బాధపడి ఏడ్చి నవారున్నారు. బాగుండదని కళ్ళనీళ్ళు కార్చినవారున్నారు. గాని ఏమీ జరిగింది?

రేపు O.S. (I.G.) గా మారే విషయంలో చూడండి; కొత్తగూడెం లోని (Union) వారు హాతీతో ఇచ్చినన్ని రూపాయలు ఐ. జీ. లో కూడా యివ్వాలన్నారు. ఈ విషయమై హుజూర్ నగర్ మెంబరు చెప్పారు. ఇది ఒక కొత్తగూడెం విషయంలోనే కాదు. మనరాష్ట్రం మొత్తంమీద ఈ విషయాలన్నీ పేజ్ చేస్తున్నాను. చిన్న (merchants) విషయం చూస్తే నిన్న కూరల దుకాణం పెట్టినవాడు ఇవాళ్ళు పెట్టడు. నిన్న చింతపండు దుకాణం పెట్టినవాడు ఇవాళ్ళు పెట్టడు. ఈ విధంగా గొప్ప (crisis) ఏర్పడుతోంది. ఓ. యస్. (O.S.) మారీ ఐ. జీ. (I.G.) అయ్యే వరకు (natural psychology) ని ఉపయోగించుకొని కూలి పోతున్న వర్తకాన్ని (stabilise) చేసుకోవడానికి చూస్తారు.

ముఖ్యంగా యీ కరెన్సీ మార్పిడి కొద్దిపాటి జీతాల వాళ్ళను బాగా (hit) చేస్తుంది. ఇది ఒక చెద (crisis) ఇది ఇంగ్లీషులో ఒక సామెత చెప్పినట్లుగా ఉన్నది; (Camel) మీద (last leaf) అని. ఇవాళ ఇది తెలియక పోవచ్చును. గాని (Actual reality)

ఇది. ఈ విధానం వల్ల (poorer classes) కూలిపోతాయి. బడి పంతుళ్ళు, ఇంకా చిన్న జీతాల వాళ్ళు, ఇంకా కొద్ది జీతాలు పొందే మీలటరీ కూడా దెబ్బ తింటారు. ఈ విషయము బడ్జెటులో ఏమీ లేదు. ఈ బడ్జెటులో ఉండే (items) మీద (parasitic classes) జేబుల్లోకి పోయే డబ్బు విషయంలో (treasury benches) ఏమీ (move) కావు. వారీలో (status quo maintain) చేయాలనే (psychology) ఉంది. (parasitic classes) ను అట్లాగే (maintain) చేయాలని, వాళ్ళ (pockets) లోకి డబ్బు పంపాలనే యీ (anti-people's) దృక్పథం ఉంది. అటువంటి వారీ చేతుల్లోనే గవర్నమెంటు ఉంది. వాళ్ళకు అనుకూలంగా (move) అవ్వాలనేదే ప్రభుత్వ దృక్పథం. ఇది పూర్తిగా మారాలి.

విశాలాంధ్ర విషయంలో, అసలు (people's movement) చాలా ఉద్యతంగా ఉంది. ఇవ్వాలని అనెంట్లలో చూసినట్లయితే తెలుగులో మాట్లాడే వాళ్ళకు ఆ భాషలో పెమో రాండుములు మొదలైన కాగితములు ఇవ్వడం లేదు. మేము చదువుకొనే రోజుల్లో తెలుగులో మాట్లాడాలని ఉండేది. గాని వినేవాళ్ళు లేరు. ఇప్పుడు అనెంట్లకి వచ్చాము. దేశం బాగు పడుతుంది అనుకొంటే ఇక్కడ ప్రతి సమస్యమీద (fight) చేయవలసి వస్తోంది.

విశాలాంధ్రను (orderly methods) మీద మనం తీసుక వద్దామని పని చేస్తే పరిపాలన సరిగా జరగదు. ఇప్పుడు ప్రతి విషయంలోనూ కూడా ప్రజలు చాలా త్వరగా ముందుకు పోతున్నారు. భాషారాష్ట్రాల విషయంలో కాని (land reforms) విషయంలో గాని మనము అనుకున్నదానికంటే ఎక్కువగా ముందుకు పోతున్నారు. కాబట్టి ప్రతి దానికి (orderliness) అంటూ కూర్చుంటే పని సాగదు. ఈ విధంగా (counter-revolutionary attitude) లో ఉన్నట్లయితే దేశాభివృద్ధిని అరికట్టే (attitude) లో ఉంటున్నామన్న మాట. ఈ (attitude) కు వ్యతిరేకంగా తెలంగాణాలో (fight) చేస్తూ వచ్చాము. ముందు చేస్తాము. దీన్ని ఓస్ట్ (Oost) చేయడానికి ప్రభుత్వం ప్రయత్నిస్తోంది. ఎంతయిందో మీదో అన్యాయ సేరాలోపాలు చేస్తున్నారు. ఈ పోరాటంలో అన్యాయంగా చాలామంది చావులకు గురి అవుతున్నారు. మీరు చచ్చినవారికి ఏపేరైనా ఇవ్వవచ్చు. గాని ఈ విధంగా ప్రజలను (bursting point) కు తీసుకుపోతే చాలా ప్రమాదం ఏర్పడుతుందని మనవిచేస్తూ విరమించుతున్నాను.

श्रीमती राजमणी बेबी (सिरसिला-महफूज) :- मिस्टर स्पीकर सर, अर्थमंत्री महाराज्यने जो बजेट हमारे सामने पेश किया है उस बजेट की दो चीजों पर हमें गौर करना है। उससे मे एक चीज यह है कि हैदराबाद की हुकूमत किस किस को लाभ पहुंचा रही है और वह किस तरह से चल रही है दूसरी चीज यह है कि यह हुकूमत हैदराबाद की जनता के लिये जो की आज बहोत परेशान है, क्या कर रही है।

जिस बजेट को देखने के बाद जनता के सुख और शांति के लिये तथा, प्रगति के लिये कोबी खास चीज मेरी नजर मे नहीं आयी और न कोबी खास बात मालूम हुयी। जिस साल के बजेट मे कोबी ३२ लाख रुपये की कमी बतायीं जा रही है। जिस बजेट मे जिन जिन विभागों पर जियादा

खर्च होने वाला है वे मद किस प्रकार है लैंड रिफार्मस (Land Reforms) पचसाला प्लैन अधिक गल्ला अगावो की स्कीम तालीम, मेडिकल, और हरिजनों की अन्नति और अुनके सुधार पर खर्च किया जानेवाला है। अिन तमाम बातों पर ठीक तरह से खर्च करने की और अुसे यशस्वी करने की जिम्मेदारी हम पर ही है अिन सब बातों पर मेरे विचार प्रकट करने के लिये मैं खड़ी हुअी हूं।

सबसे पहले मैं लैंड रिफार्मस बिल के बारे में जो चिफ मिनिस्टर साहबने हमारे सामने पेश किया है अपने विचार रखना चाहती हूं। बड़े बड़े जमीनदारों के पास जो जमीन है और जिनकी आमदनी ८०० रुपये से अधिक है अुनके बारे में अेक बिल पास करके अैसे लोगों को जिनके पास भूमी नहीं है अुसे दिलाने की कोशिस आज सरकार की तरफ से की जा रही है। मैं गव्हर्नमेंट से यह कहना चाहती हूं कि अिस तरह किसानों को जमीन बाटने से अुनका कोअी लाभ नहीं होता है। अिससे अुनका कोअी फायदा नहीं होता है। अिस से आखीर जियादा पैसेवालों का ही लाभ होता है गरीब किसानों को सरकार की तरफ से जमीन दी जाती है तो अुस पर हल चलाने के लिये अुनके पास बैल तक नहीं होते खेतों में डालने के लिये अुनके पास खाद भी नहीं होती। अिसलिये वे अपनी जरूरत को पूरा नहीं कर सकते किसानों को अिन सब जरूरी चीजों के लिये पैसे की बहुत जरूरत होती है। आखीर में अुसी जमींदारसे कर्जा लेने के लिये मजबूर हो जाता है और फिर वह जमीन अुन्हीं जमीनदारों के पास चलीजाती है। अुनकाही फायदा होता है। मैं कहना चाहती हूं किसानों को बैल लेने के लिये कुंवें आदि खोदने के लिये जियादा से जियादा तकावी देने की जरूरत है। अगर जियादा तकावी दी जायेगी तोहि गरीब किसानों का लाभ होगा।

अिसके बारे में मैं दूसरी चीज यह कहना चाहती हूं कि आज भी बेदखलियां हो रही हैं। मैं यह सुझाना चाहती हूं कि अगर सरकार गरीब किसानों को जमीन व सहायता दे तो अुसका कोअी नुकसान नहीं होनेवाला है सरकार के पास परंपोक बनचराअी आदि की जमीन है। अिसके बर खिलाफ अगर यह जमीन सरकार की ओर से गरीब किसानों को काश्त के लिये जमीनात दी जायें तो 'अधिक गल्ला अुगाव' की स्कीम जियादा कामियाब होगी। तो अिसलिये यह जो परंपोक जमीन है वह गरीब किसानों को पट्टेपर दी जानी चाहिये। अिस बजेट में देहातों के सुधार के लिये कुछ नहीं रखा गया है और जो भी रखा गया है वह बहुत कम है। जब हम देहातों में जाते हैं तो देखते हैं कि वहां के सडकों की हालत बहुत ही खराब है अिन रास्तों को सुधारने की बहुत ही आवश्यकता है। लेकिन अिसकी ओर कुछ भी ध्यान नहीं दिया जा रहा है अुसी तरह वहां के घर भी ठीक नहीं रहते घर बाधने के लिये अिस बजेट में ५० हजार रुपये रखे गये हैं। हमारे स्टेट में २३ हजार गांव हैं तो यह पैसा तो बिलकुल ही कम है। आज तो कितने ही घर अैसे हैं कि जिनपर छत तक नहीं है। और बहुत सारे गरीब लोग तो खुली जमीन पर रहते हैं। गव्हर्नमेंट अगर किसी चीज पर सबसे पहले गौर करना है तो वह यह है कि हमारे देहातों की प्रजा में सुख और शांती कैसे रहेगी। अिस बात पर आजकी हुकूमत बिलकुल ध्यान नहीं दे रही है। आज हमारे गरीब जनता के पास खाना नहीं है, कपडा नहीं है लेकिन गव्हर्नमेंट के पास देहातों को सुधारने का कोअी प्लैन नहीं दिखता है। कोअी भी स्कीम अिसके लिये गव्हर्नमेंट ने अभीतक अमल में नहीं लाअी है। वैसे तो स्कीम बहुत बनती है लेकिन वे सब कागजों पर रहती हैं।

हैदराबाद के राजप्रमुख निजाम साहेब के पास तो काफी पैसा है। फिर भी अुनको हमारी और अिसकी रूपये हर साल दिये जा रहे हैं। हमारे सामने आज जितनी भी नअी स्कीमें आती हैं अुसके

लिये हमें करीब २० करोड़ रुपये की जरूरत है। यह रुपया यदि हमको मिला तो यह स्कीमें अच्छी तरह चल सकती हैं। जिसके लिये हमें सेंट्रल से मदद मिलती है। लेकिन वह काफी नहीं होती नहीं होती क्यों न इसके लिये निजाम साहबसे रक्कम ली जाय। वहां से अगर रक्कम मिलसकी तो हमारे प्लेनस अच्छी तरह चल सकते हैं। निजाम साहब को दस्तूर के तहत रखा गया है। अक आनरेबल मेंबर ने अपने भाषण में कहा कि हमारे डॉक्टर आंबेडकर साहबने यह भारत का नया विधान बनाया है बात तो सही है बाबासाहब आंबेडकर ने यह विधान कौलिंग पार्टी में रहकर बनाया है जिसको तो हम भी मानते हैं। लेकिन हम निजाम को बिना कान्स्टिट्यूशन बदले कैसे निकाल सकते हैं हमने जब विधानको माना है तो राजप्रमुख को भी मानना हमारे लिये लाजमी हो जाता है।

شری مادھو راؤ ٹریکر - میں نے یہ کہا تھا کہ ہم دستور کو بدل سکتے ہیں - میں نے یہ نہیں کہا کہ اسبیڈکٹر صاحب نے دستور نہیں بنایا - انہوں نے دستور بنایا ہے - لیکن انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہم جس وقت چاہیں اس دستور کو بدل سکتے ہیں - دستور کو بدلنے کے لئے پارلیمنٹ کو حقوق دئے گئے ہیں - اس کے تحت نظام کو بھی یہاں سے نکال دیا جاسکتا ہے -

श्रीमती राजमणी देवी :-जिसका कुछ देना नहीं चाहती। अब जिस बजेट में मैं देखती हूँ कि ३६ लाख रुपये शहरों की भलाजी के लिये रखे गये हैं। लेकिन यह रखम रखते समय देहातों के मजदूरों का कुछ भी खियाल नहीं किया गया। मेरे खियाल में कम से कम आधी रखम तो जिससे देहातों के मजदूरों के लिये रखती जरूरी थी। जिससे यह पता चलता है आपका देहातों की तरफ कितना खियाल है।

छोटे तालाबों और कुवों के लिये जिस बजेट में ७० लाख रुपये रखे गये हैं। यह तो बहुत अच्छी चीज है। लेकिन रखम खर्च करने के लिये प्रदाय विभाग को याने सप्लाय डिपार्टमेंट (Supply Dept.) को दी जाय तो जियादा अच्छा होगा। और अन्ही की तरफ से यह तालाब और कुवों के लिये मदद के तौर पर दी जाय तो ठीक होगा। मौजूदा प्रोसीजर ऐसा है कि पहले रक्कम बजेट में मंजूर होगी फिर फायनान्स डिपार्टमेंट से मंजूर होगी और फिर तामिरांत से मंजूर होने के बाद वह बांटी जायेगी। जिसमें काफी समय लगता है। जिसलिये यह रखम सीधे प्रदाय विभाग से दीजानी चाहिये, जिससे जियादा गल्ला अुगाव की स्कीम में जिसकी मदद होगी।

२० लाख रुपये प्रायमरी अेज्युकेशन के लिये रखे गये हैं। जिससे नये नये प्रायमरी स्कूल खोले जायेंगे। यह प्रायमरी स्कूल अधिक से अधिक देहातों में खोलेजाने चाहिये जिससे गरीब किसानों के लडकों को प्रायमरी शिक्षा मिल सके। जिसके लिये सब स्टेट में प्रायमरी अेज्युकेशन कंपलसरी करना चाहिये। और उसके लिये ही रुपया खर्च होना चाहिये।

पिछले साल के बजेट में १० लाख रुपय शेड्यूलड कास्टस (Scheduled castes) के लोगों की अुन्नति के लिये रखे गये थे। लेकिन जिस साल के बजेट में सिर्फ साडेसात लाख रुपये ही रखे गये हैं। पिछले साल से जिस साल जिन लोगों की भलाजीके लिये कम रुपये रखे गये हैं। क्या गवर्नमेंट यह समझती है कि अब जिन लोगों की हालत सुधर गयी है ? मैं तो हुकूमत से यह कहना चाहती हूँ कि आज तो हम लोगों की हालत बहुतही खराब है। सबसे जियादा अगर गरीबी किसी तबके में है तो

وہ ہر جنوں میں ہے۔ انہی کی حالت آج بہت ہی خراب ہے۔ یہ لوگ آج بھی جانوروں کا ماس کھا رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ آج یہ لوگ اپنا آत्मसन्मान خور کر بیٹھے ہیں اور جو آدمی اپنا آत्मसन्मान خور کر بیٹھا ہے وہ آگے کچھ نہیں کر سکتا۔ اس بجٹ میں جو ساڑھے ساٹھ لاکھ روپے اس میں رکھے گئے ہیں بیلکول ہی ناکافی ہے۔

ان لوگوں نے جتنی موسیبتیں آج تک اٹھائی ہیں اتنی دوسرے کسی نے نہیں اٹھائی ہیں۔ کمپیوٹ اور راکٹوں سے آگے کسی کو جیسا کہ کھٹا ہوا ہے تو وہ انہی کو کھٹا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ تیلنگانا میں گڈ بڈ ہو رہی تھی تب وہاں کے ان لوگوں کو کافی موسیبتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ رات میں آکر کمپیوٹس انہیں پکڑتے تھے۔ اور دن میں آکر پولیس انہیں تھم کر کے مار پیٹ کر لے جاتی تھی۔ یہ دونوں طرف سے لوگ کھیلے جاتے تھے۔ انہی دنوں ہمارے میں وہاں کی ایجنٹ لے گئی اور انہیں بڑی طرح سزا دی گئی۔ اسے لوگوں کی مدد کے لیے سرکار کو ابھی ہی جیسا کہ کھٹا کرنا چاہیے۔ پہلے ۱۰ لاکھ روپے رکھے گئے تھے۔ اس سال ساٹھ لاکھ روپے دیے گئے اور شاید یہ سمجھ کر کہ اب ان لوگوں کی حالت کافی سہج ہو گئی ہے۔ آگے سال کے بجٹ میں ۲-۳ لاکھ روپے ہی آپ رکھیں گے۔ اس کا مجھے ابھی سے ڈر ہے۔ اپنے اس بجٹ میں پولیس پر ہونے والا خرچ ہونے والا سال کے مقررہ بجٹ میں اس سال کم کیا ہے یہ تو اپنے بیلکول ٹیک کیا۔ یہاں کے سبھی پارٹیوں کی رائے تھی کہ پولیس کا خرچ بہت زیادہ ہے۔ اسے مان کر اپنے اُس میں کمی کی ہے اس کے لیے تو غنیمت ہے لیکن پھر بھی اتنا خرچ کم ہونا چاہیے تھا اتنا نہیں کیا گیا۔ پھر بھی کچھ نہ کچھ ہوا۔ ہونڈیولڈ کاسٹ کو مدد دینے کا اور اسے جو دوسرے مدد ہیں ان میں سے اپنے خرچ کم کیا یہ بیلکول ٹیک نہیں کیا۔ اُس پر جیسا کہ جیسا کہ خرچ کرنا چاہیے اتنا ہی کھڑے کر کے اپنا بیانیہ سمپل کر رہی ہیں۔

شری بی۔ ڈی۔ دشمکھ۔ مسٹر اسپیکر سر۔ گزشتہ دو روز سے ہاؤس کے دونوں جانب سے آرٹیکل ممبرس نے اپنے اپنے وجہ رکھے ہیں۔ ٹریڈری بیجس کی جانب سے اس کو ڈیفینڈ (defend) کرنے کے متعلق باتیں کہی گئیں۔ اوریشن کی جانب سے جو اعتراضات اٹھائے گئے ہیں ان کو سمجھنے کی بجائے ٹریڈری بیجس کی جانب سے ان کو مضحکہ خیز الفاظ میں ٹالنے کی کوشش کی گئی۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اوریشن نے گزشتہ سال بجٹ کے متعلق جو رٹ لگائی تھی کہ جاگیرداری بجٹ ہے، نظام شاہی بجٹ ہے، لٹ کھسٹ کرنے والا بجٹ ہے وہی باتیں اب بھی کہی جا رہی ہیں۔ لیکن میں ہاؤس کے سامنے یہ چیز رکھنا چاہتا ہوں کہ اوریشن نے اس کو لوٹ کھسوٹ کا بجٹ کیوں کہا ہے۔ اس کے لئے ہم کو جانچ کرنی پڑے گی۔ انڈیا میں جو امپریلیسٹ گورنمنٹ ہے، اس کے بجٹ بنانے کا جو ڈھنگ ہے۔ اس کے جمع و خرچ کرنے کا جو طریقہ ہے اس سے ہٹ کر یعنی جمہوری بنیادوں پر جو ایسی دینی چاہتے، جمہوری طریقہ، اس کو خرچ کرنا چاہتے یہ چیز ہم موجودہ بجٹ میں نہیں ملتے۔ ہمارے جمع اور خرچ کا جو طریقہ ہے اسے ہاؤس کے سامنے لانا چاہتا ہوں۔ اس بجٹ کو لوٹ کھسوٹ بجٹ کیوں کہا جاتا ہے؟ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ سنہ ۳۰ء یا اس سے پہلے جس طرح انگریزوں کی امپریلیسٹ گورنمنٹ سنٹر میں اور رائنس میں بجٹ بناتی

نہی ، جس طرح ریونیو جمع کرتی تھی دم بھی آج وہی کر رہے ہیں ۔ جس طرح سابقہ حکومتیں ٹیکزیشن کیا کرتی تھیں اوسی طرح ہم بڑی کر رہے ہیں ۔ جس ڈھنگ سے آئی ۔ سی ۔ بس سکریٹریز بجٹ بناتے وقت سرچا کرتے تھے اوسی طرح سے ہم بھی سرچ رہے ہیں ہمارا بجٹ خواہ ۲۸ کروڑ کا ہو یا ۲۹ کروڑ کا ، خواہ اوس میں ۲۰ لاکھ کا خسارہ ہو یا ۳۰ لاکھ کا اضافہ ، اعداد کے جادو میں ہم کو جانے کی ضرورت نہیں ۔ ہم بد اچھی طرح جانتے ہیں کہ گو نمٹ جو فیگرس ہمارے سامنے رکھتی ہے وہ اچھی طرح سے جان بوجھ کر رکھتی ہے ۔ ہم کو یہاں یہ دیکھنا ہے کہ عوام کی جیبوں سے زیادہ سے زیادہ پسہ کس طرح حاصل کیا جا رہا ہے ؟ بجٹ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈائرکٹ ٹکس (Direct Tax) کی بجائے ان ڈائرکٹ ٹکس (Indirect Tax) (زنا • عائد کیا جا رہا ہے ۔ آنریبل فیناس منسٹر نے کہا ہے کہ ہم (۶۰) فیصدی ڈائرکٹ ٹکس حاصل کر رہے ہیں ۔ جب ہم زیادہ سے زیادہ پیسہ اس سے حاصل کر رہے ہیں تو وہیں یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ کونسے مدات ہیں جن سے یہ آمدنی حاصل ہوتی ہے ۔ ہماری اہم آمدنی کی مد اکسائیز ڈیوٹی ہے ۔ اکسائیز کی آمدنی کے بچھے اعداد دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ سنہ ۳۵ سے یہ اس کے بعد سے اس آمدنی میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے ۔ مگر یہ پیسہ کہاں سے آتا ہے ؟ آمدنی کا دوسرا ایٹم ریونیو ہے جو اٹھارہ فیصد وصول ہوتا ہے ۔ زرعی علاقوں کی جو ترقی ہے وہ گریڈڈ سسٹم (Graded System) پر نہیں ہے ۔ (۸۰) فیصد چھوٹے کاشتکاروں کے جیب سے پیسہ خزانہ میں جمع ہوتا ہے ۔ زیادہ غریب کسان طبقہ دی اس سے سفر (suffer) ہوتا ہے ۔ اس کے علاوہ فارسٹ (Forest) اسٹامپ (stamp) اور رجسٹریشن (Registration) ہماری آمدنی کے دوسرے ذرائع ہیں ۔ انگریزوں کے زمانہ میں آمدنی کیلئے ان ذرائع کا سہارا لیا جاتا تھا ۔ لیکن آج یہ طریقہ ہمارے لئے موزوں نہیں ہے ۔ یہاں ریونیو کے ڈائرکٹ ٹکس کا جو طریقہ ہے یہ ایک بوسیدہ طریقہ ہے ۔ ان ڈائرکٹ ٹکس (Indirect Tax) جو ساٹھ فیصد لیا جا رہا ہے اس میں اکسائیز ڈیوٹی بھی شامل ہے ۔ میں عرض کروں گا کہ یہ ٹکس کا طریقہ غلط ہے ۔ ان ڈائرکٹ ٹکس کا جو طریقہ ہے وہ سراسر غلط ہے ۔ دوسری چیز کسٹس ہیں ۔ کسٹس سے رویہ وصول کرنے کا جو طریقہ ہے وہ بھی غلط طریقہ ہے ۔ دنیا میں جو جمہوری حکومتیں ہیں وہ ڈائرکٹ لینڈ ریونیو کے وصول کرنے کے خلاف ہیں اور اکسائیز سے جو رویہ وصول کیا جاتا ہے دوسرے ممالک اس کے بھی خلاف ہیں ۔ میں ریشیا کی مثال نہیں دوں گا ۔ امریکہ اٹلی اور دوسرے ممالک بھی اس کے خلاف ہیں ۔ ہندوستان میں اکسائیز کی آمدنی (۹) فیصد اور ریونیو سے (۱۵) فیصد وصول کی جاتی ہے ۔ اٹلی میں (۷) فیصد اور ہنگری میں (۳) فیصد ۔ ریونیو وصول کیا جاتا ہے حیدرآباد میں ریونیو کی آمدنی (۱۸) فیصد ہے ۔ اس کے بعد کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ کاشتکاروں کو یہاں سہولت دیا جا رہی ہے ؟ جب یہاں انگریزوں کی حکومت تھی تو وہ دو طرح سے سوچتے

تھے۔ انکا نظریہ یہ تھا کہ ٹکسس اس طرح سے قائم کئے جائیں کہ ہندوستان کو گرفت میں رکھا جاسکے اور دوسرے نہ کہ یہاں کی پیداوار کے ذرائع کو کسی طرح کمزور رکھا جائے

آج ہمیں اسکے برعکس سوچنا چاہئے۔ بحیثیت مجموعی نیشن بلڈنگ ورکس (Nation building works) (۳۹) فیصد خرچ کر رہے ہیں۔ لا اینڈ (Law and order) (۱۵) فیصد خرچ کیا جا رہا ہے۔ لا اینڈ آرڈر اور انگریزوں کو ابقادر خرچ کرنیکی ضرورت نہیں۔ لیکن ہم ان حالات میں نہیں ہیں۔ ہمیں لا اینڈ آرڈر

آرڈر اور ابقادر خرچ کرنیکی ضرورت نہیں ہے کیونکہ بہ عوامی حکومت ہے۔ لا اینڈ آرڈر کے نام پر واس سٹلمنٹ (Police Settlement) جیل، عدالت اور اس قسم کے اسپتال سروسس (Essential services) (۲۰) فیصد سے کم خرچ کرنا چاہئے۔ گزشتہ سال کے بجٹ کو سامنے رکھیں تو معلوم ہوگا کہ بہت کم کمی ہوئی ہے۔ انگریزوں کی حکومت اسٹیشنل سروسس و زیادہ خرچ کرتی تھی اور نیشن بلڈنگ ڈیپارٹمنٹس (۲۰) فیصد

آج ہمارا بیسی و بیسی حال ہے۔ نیشن بلڈنگ ڈیپارٹمنٹس (۲۰) فیصد خرچ کر رہے ہیں۔ ہلتھ ڈیپارٹمنٹ ایجوکیشنل ڈیپارٹمنٹ، اگریکچرل ڈیپارٹمنٹ اور وٹرنری ڈیپارٹمنٹ کو علیحدہ علیحدہ دیکھیں تو ہم م ہرگاہ یہاں کاڈمنسٹریشن (Administration) (۲۰) فیصد (Heavy) ہے لیکن فائلڈے کم حاصل ہوا ہے ہیں۔ نہ صرف یہاں بلکہ سارے ہندوستان کاڈمنسٹریشن دیوی ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اسکا اثر بجٹ پر کیا پڑنا ہے وہ نااھر ہے۔

نیشنل بلڈنگ ڈیپارٹمنٹس رجو بیسی خرچ کیا جانا ہے اس میں سے ہزاروں روپے تنخواہوں کو ملنے ہی خرچ ہو جاتے ہیں یہ دیکھکر ہمیں مایوسی ہوتی ہے کہ عوام کے جیب سے آپ روپیہ کھینچتے ہیں اور ہر انکو واس بہت کم دیتے ہیں۔ او نکو کتنا فیض اور کے لئے ہی خرچ ہو جاتے ہیں۔ نہ دیکھکر ہمیں مایوسی ہوتی ہے کہ عوام کے جیب سے فائزہ پنچانے دیں، یہ بجٹ کے اعداد دیکھنے سے نہیں معلوم ہوگا بلکہ واکٹیکل تعلیمی حالت دیکھیں نو معلوم ہوگا کہ ہماری لیٹریس (Literacy) (۲۰) کا اسٹینڈرڈ

(Standard) ۲۰ فیصدی سے زیادہ نہیں ہے۔ ہمارے ہاں کالجس کی تعداد نہیں بڑھ سکی۔ پرائیمری اسکولس کتنے قائم کئے گئے ہیں؟ اسٹیٹ کے ۲۲ ہزار دیہاتوں میں ۵ سال میں مدرسے قائم کرنا چاہتے تھے۔ دو سال گزر گئے۔ کیا بقیہ تین سال میں ۱۶ ہزار مدرسے ہم قائم کر سکتے ہیں؟ اس لحاظ سے میں عرض کرونگا کہ ہمیں نیشنل بلڈنگ ڈیپارٹمنٹس کی جانب خاص توجہ کرنی چاہئے۔ اب میں میڈیکل ڈیپارٹمنٹ کے متعلق کچھ عرض کرونگا۔

حیاء آباد میں (۲۰) ڈسپنسریز (Dispensaries) (۳۰) فیصد ہاسپٹلس (Hospitals) (۲۰) حیدر آباد سٹی میں ہیں۔ اس لحاظ سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ حیدر آباد کی ایک کروڑ (۸۶) لاکھ کی آبادی کے لحاظ سے کتنے ڈاکٹروں کی ضرورت ہے۔ حیدر آباد میں ایک لاکھ آبادی کیلئے ایک ڈاکٹر ہے۔ ہماری جمہوری حکومت میں یہ گھٹا ہوا معیار نہ ہونا چاہئے۔ کم از کم ہر ایک ہزار کی آبادی کے لئے ایک ڈاکٹر ہونا چاہئے۔ غور کرنا چاہئے کہ ہماری نیشنل بلڈنگ ڈیپارٹمنٹس کی ترقی کس قدر بچھڑی ہوئی ہے کہ (۳۰) اسکوائر میل ایریا میں ایک ہاسپٹل ہے۔ ایجوکیشن

ڈیپارٹمنٹ کا بھی یہی حال ہے۔ حیدرآباد کے طلباء کی تعداد مدارس سے تقسیم کی جائے تو معلوم ہوگا کہ (۱۸۷۰) کی آبادی کلمے ایک اسکول ہے۔ اس سے ورائیوری اسکول کو خارج کر دیں تو معلوم ہوگا کہ اعلیٰ تعلیم بالکل محدود ہے۔

مڈیکل ڈیپارٹمنٹ کا بھی یہی حال ہے کہ چند لوگوں کو معمولی سی مڈیکل ایڈ (Medical Aid) پہنچ جاتی ہے۔

اگریکچرل ڈیپارٹمنٹ کا بھی یہی حال ہے۔ ڈیپارٹمنٹ ہی زیادہ رقم خرچ کی جا رہی ہے۔ حیدرآبادی عوام تک اسکا فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے۔ جہاں مانچ مانچ لاکھ جانوروں کی تعداد ہے وہاں بریڈنگ انسل کیلئے اضلاع میں ایک جانور بھی سبلائی نہیں کیا جاتا۔ اسلئے میں کہوں گا کہ یہ وہی جاگیردارانہ بیٹ ہے جیسا کہ اب تک بتاتا آیا ہے۔ چند مدت میں کسی اور چند میں زیادتی گردینے سے تنفی نہیں دے سکتی، جب تک کہ پیادی تبدیلیاں نہ کی جائیں۔ مجھے امید ہے کہ آنرابل فیناس مسٹر میرے ان سچیشن (Suggestions) پر غور کریں گے۔

شری ورکانتم گوپال ریڈی (مسٹر ایگریکر .. دو تین دن سے بجٹ رجو تنقید و تبصرہ کیا جا رہا ہے وہ واقعی بہت اچھی چیز ہے .. اس سے گورنمنٹ کو سچ و چار کا موقع ملتا ہے اور ہر مسئلہ کے تمام پہلو اس کے سامنے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہر ایک کے سوچنے کا طریقہ مختلف ہوتا ہے اور اسے مختلف زاویہ نظر سے گورنمنٹ واقف ہو کر جو کام کریں گی وہ جانچ کے بعد کریں گی اور وہ بہتر ہوگا۔ گذشتہ سال کے مقابلہ اس سال جو بہتر بجٹ پیش ہوا ہے اس کے لئے فیناس مسٹر قابل مبارکباد ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مڈیکل میں گذشتہ سال ۱۰ لاکھ ۶۰ ہائی فی کس خرچ رکھا گیا تھا لیکن اب اسکی بجائے فی کس ۱۴ لاکھ ۶۰ ہائی خرچ رکھا گیا ہے۔ اس طرح عوامی سہولتوں میں اضافہ ہو رہا ہے جو ملک کی ترقی کا باعث ہے۔ میں مانتا ہوں کہ جو اضافہ ہوا ہے وہ ناکافی ہے۔ لیکن یہ بھی دیکھنا ہے کہ ہمارے کسان اور غریب لوگ زیادہ ٹیکس ادا نہیں کر سکتے جسکی وجہ سے حکومت بھی غریب ہے جس رفتار سے ہم ترقی کر سکتے ہیں اس رفتار کو بیش نظر رکھ کر پلان تیار کیا گیا ہے اور اسی پلان کے بموجب حکومت گئے بڑھ رہی ہے۔ اس کی ذمہ داری صرف ٹریزری پر نہیں ہر ہی نہیں بلکہ اوزیشن پیچس بھی ہے۔ وہ بھی ملک کو آگے بڑھانے کے ذمہ دار ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ انہوں نے جو تنقیدیں کیں ان میں کچھ واجبیت ضرور ہے۔ کسانوں کی ترقی اور بہبودی کے لئے جس تیزی سے قائم اٹھایا جانا چاہئے تھا نہیں اٹھایا جا رہا ہے۔ میں اعداد بیش کر سکتا ہوں۔ آج ہمارے ملک کا سب سے بڑا مسئلہ غذا کا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اگر باہر سے چاول منگوایا جاتا ہے تو گورنمنٹ ۲۳ روپے ۶۰ فی من ادا کرتی ہے اور اگر لیوی کے ذریعہ ہمارے کششکار سے لیتی ہے تو اسکو ۷۰-۲۰ روپے فی من کے حساب سے دیتی ہے۔ اس طرح (۸۰-۱۳۰) روپے ہمارے کسانوں کو کم دئے جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے ہمارے کسانوں سے مجموعی طور پر

(۲۸۵۶۰۰۰) روئے وصول کئے جاتے ہیں۔ لیکن اسکے باوجود بجٹ میں ان کے لئے زیادہ رقم نہیں رکھی گئی ہے۔ میں مانتا ہوں کہ حالات کی وجہ سے حکومت مجبور ہے۔ اس لئے ہمارے ملک کی جو رستہتی () ہے اس پر غور کرنا

ضروری ہے۔ اسکے علاوہ آرہبل برس چاہے ادھر کے ہوں یا ادھر کے شہروں کی ہی اتنی () (उन्नति) چاہتے ہیں۔ انٹلجینٹس (Intelligents) ()

اپنے ہی مفاد کے کام کرتے ہیں۔ وہ تعلم بافندہ ہوتے ہیں، تجربہ کار ہوتے ہیں اور انہی مطالبات کو صحیح طور پر منوانا چاہئے ہیں۔ ہمارا گذشتہ سال کا ہی تجربہ ہے کہ سرسٹنٹوں نے لیوی کی وصولی میں فی من ایک روپیہ زائد وصول کئے جانے پر ستیاگرو

کی۔ میں وجہاً چاہتا ہوں کہ کیا اسی طریقہ سے کسانوں اور مزدوروں کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے؟ نام و کسانوں اور مزدوروں کا لیتے ہیں۔ مگر وہ انٹلجینٹس کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ دیہاتوں میں کس قدر بدہنگامی ہے۔ دیہاتوں میں

پینے کے لئے پانی تک نہیں ہے۔ حیدرآباد میں نل ہے، لائٹ ہے۔ یہاں رہنے والے کرتے ہیں۔ ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ دیہاتوں میں کس قدر بدہنگامی ہے۔ دیہاتوں میں کس طرح صحیح طور پر رگوں کی حالات کو سمجھ سکتے ہیں؟ اگر شہروں اور دیہاتوں

پر جو خرچہ کیا جاتا ہے اگر اس کا حساب لگایا جائے تو معلوم ہوگا کہ دیہاتوں پر اسی تناسب سے خرچ نہیں ہونا جس تناسب سے شہروں پر ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پہلے کی یہ نسبت دیہاتوں کی حالت سدھری ہے۔ لیکن یہ صوت اطمینان بخشی نہیں۔

اب تو کسانوں پر یہ باہندی بھی عائد ہو رہی ہے کہ کسی کی آمدنی سالانہ (۳۶۰۰) سے زائد نہ ہو۔ مادھو راؤ کمیٹی کی رپورٹ کے لحاظ سے کسان کی آمدنی زیادہ سے زیادہ دیڑھ سو اور مزدور کی آمدنی ایک سو رکھی گئی ہے۔ اب ماہانہ (۳۰۰) روئے آمدنی

کی تحدید کسانوں پر عائد کی جا رہی ہے کم سے کم آمدنی (۵۰) روئے رکھی گئی ہے۔ لیکن اسکے برخلاف ہم دیکھتے ہیں کہ شہروں میں تو سکرپٹریز (۲۵۰۰) روئے تنخواہ حاصل کرتے ہیں۔ یعنی وہ (۵۰) گنا زائد آمدنی لاتے ہیں۔ آئندہ بجٹ میں اور اس

پر غور ہونا چاہئے۔ مجھے امید ہے کہ ایسے عہدہ دار خود اپنی تنخواہوں میں کمی کر لینگے تاکہ انکا ملک بہتر ہو۔ میں یہ بھی کہوں گا کہ گذشتہ سال زر مالگزاری کیوں اچھی طرح وصول نہیں کی گئی۔ سختی سے وصول کی جانی چاہئے۔ میں میڈ چل کا نمائندہ ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ دیہاتوں کی کیا حالت ہے۔ میرے۔ میڈ چل تعلقہ میں

گذشتہ سال ۸۶۳۱ ایکڑ تری کاشت ہوئی تھی۔ لیکن اس سال اسکے مقابلہ میں (۱۹۳۱) ایکڑ تری کاشت چاول کی ہوئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رعایا کس طرح زندہ گی

بسر کر رہی ہے۔ وہاں جو بد حالی ہے اسکو سمجھنا ضروری۔ ایکڑی اور دوسرے مدت آمدنی میں اسلئے کمی ہوتی جا رہی ہے کہ ہمارے مارکٹ گرتے جا رہے ہیں۔ لوگوں کی قوت خرید گرتی جا رہی ہے۔ خاص طور پر میں ضلع حیدرآباد کی نسبت کہوں گا

کہ ہمارا جتنا بھی مارٹنگ بزنس (Marketing Business) ہوتا ہے وہ شہر حید آباد میں ہوتا ہے۔ لیکن شہر حید آباد میں مارکٹنگ رول نہیں ہے۔ عثمان گنج میں لڑتے ہوئے ہیں۔ یہ علاقہ میونسپلٹی کا ہے۔ میونسپلٹی کو تو دیہاتیوں سے کوئی دباؤ نہیں۔ لاکھوں روئے دیہاتیوں سے وصول کئے جاتے ہیں۔ برکاری بھاجی دیہاتوں سے شہر میں آتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مارکٹ والے دن ملنے مال بیچ دیے ہیں اور من ملنے منافع خود وصول کر لے دیے۔ اس طرح کسان کی کوئی ہمت افزائی نہیں ہوتی۔ کہا جاتا ہے کہ کیونزم اور زمینوں کے مسائل حل کرے گا۔ لیکن زمین کم ہنگامہ شہروں میں جو سہولتیں حاصل ہیں دیہات والوں کو وہ سہولتیں نہیں ملنے کی وجہ سے یہ مسئلہ اٹھا ہے۔ شہر والے انہی چالاک سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ لیکن دیہات والے اچھے رہ جاتے ہیں۔

میں ایک اور چیز کی طرف توجہ دلاؤنگا۔ بدقسمتی سے سابقہ جاگہری علاقوں میں نہ تو اسکولس کے لئے عمارتیں ہیں نہ تحصیل کچہریاں ہیں نہ دوا خانوں کے لئے عمارت ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ جس طرح ایک ورڈ کلاس کی برقی کے لئے خاص طور پر کوشش کی جاتی ہے اسی طرح ان جاگہری علاقوں کی زعایا کی فلاح و بہبود کے لئے تحفظات کئے جاتے چاہئیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہاں نیملوفر ہسپتال جیسے بڑے بڑے دوا خانے بنائے جائیں بلکہ حسب ضرورت چھوٹی بڑی عمارتیں بنائی جائیں۔ میں گورنمنٹ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ وہ اس مسئلہ پر خاص توجہ دے۔

ابھی بہت سے مسائل ہیں جن پر مجھے بحث کرنا تھا چونکہ وقت زیادہ نہیں دیا گیا ہے، اس لئے میں اپنا کہہ کر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

شری مادھورائو سوائے (قندھار)۔ مسٹر اسپیکر۔ جب سے یہ اسبلی شروع ہوئی ہے مجھے تقریر کا موقع نہیں ملا ہے۔ اب موقع ملنا چاہئے۔

مسٹر ڈپٹی اسپیکر۔ آپ کے لئے آئندہ بہت سے مواقع ہیں۔ اب آرہیل فنانس مسٹر اپنی تقریر شروع کریں گے۔

Mr. Speaker : The hon. Finance Minister.

The Minister for Finance (Dr. G. S. Melkote) : Mr. Speaker, Sir, for the past three days I had listened to speeches made by the hon. members of this House. As the members belong to different political parties, the points raised naturally differed. Before I proceed further, I should say that it is my proud privilege to present the second year's budget to this House. Various members while criticising the Budget Estimates welcomed certain items and even went to the extent of extending kind sentiments to me. I must therefore express my gratitude for those kind sentiments. Grievances no doubt have

been expressed some times in strong and some times in mild terms. Good words have also been spoken. Neither I get elated by appreciative references nor get depressed by the volume of grievances. Budget has to be conceived as a whole, that has been my request. Members returned from various constituencies naturally take particular cognisance of the grievances of their constituencies and as a specialist in medicine, I may mention that when a normal patient goes to specialist, the latter will always look to his abnormality. But a general practitioner will consider the diagnosis of abnormality of the specialists as normal—because he strikes an average—and advises the patient not to resort to any medicine. Position is the same with regard to the Budget. The Members who have specialised knowledge of their constituencies have tried to seek solutions in the Budget, for their grievances but when they were not available they have expressed their dissatisfaction. That is understandable. But I have to say that even the most expert Finance Minister on the face of the earth will not be able to find solutions to all the problems that the members may place before the House. I have attentively listened to the grievances raised, the different loopholes pointed out, and several drawbacks shown; still, I would like to reiterate that the Budget is a sound one. When I say this, naturally I must substantiate my argument with facts and figures; and during the course of my speech, I will place before the House the picture I have in my mind.

I would now like to analyse the different points that have been placed before this House by the various members. There are members who have spoken very critically of the Budget but would I be wrong to say that without taking the financial view of the Budget. I can only say that they have spoken as members of the opposition-opposition for opposition sake. The criticisms that have been levelled against the Budget are wholly and solely from the political angle. Politics is certainly linked with economics; but that is not everything. It has its own limitations, and if one looks at the budget from the political angle, everything would appear to him as twisted. Then there is the economic aspect. Economic features of the Budget may be looked at from various aspects. The Budget, is the statement of Revenue receipts and expenditure. In the preparation of the Budget one has to keep in view the income and the expenditure; and try to ward off defects such as nepotism, corruption, slowness of top heavy administrations etc. which are likely to appear in their administration. The deficiencies, the progress made, the need for further progress,

the need for money etc.; various development and welfare schemes—Five year plan and the community projects—for nation building activities; together with the overall picture of the Budget, I would like to keep before my mind. In the wake of this, I will try to explain the Budget and meet the various criticisms made by the members. Firstly I will take up criticisms of those members who have held an adverse view just for opposition sake—I will not mention names of those members nor do I remember them—I will take their criticisms for what they are worth. If there is any truth in those criticisms, I will naturally take them into account and try to answer. However, I will like to tell those members who are looking at the Budget from a political angle that the Budget is not a political testament of any party. It is a balance sheet of the income and expenditure—profit and loss— of the State as such. If one looks at the Budget from a political angle, he will miss this picture altogether and his mind will be diverted from the realities of the situation. I will not dilate further on this point because the time at my disposal is very short. But within the limited time I have got, I shall try to cover the main points about the Budget—

During the discussion on Rajpramukh's Address and general discussion on the Budget the question of Rajpramukh was raised on the ground saying it is an institution over which we are incurring expenditure. I am not sure whether the members were clear in their minds when they spoke about the removal of Rajpramukh. I do not know whether they feel that they are competent to remove the Rajpramukh from where he is today. The institution of the Rajpramukh is there because of the Constitution which the people of India have adopted. As such, the necessary sanction of the different States and the Centre has to be obtained if we want to abolish the institution of Rajpramukh. Let us analyse what the powers of the Rajpramukh are. Is the Rajpramukh the same autocratic ruler who made and unmade laws? Why should the hon. Members unnecessarily raise a fear complex against the Rajpramukh in their own minds, as well as in the minds of the people at large? This Rajpramukh is our own making; and the moment we do not want him, he will not be there. So long as the institution of Rajpramukh is recognised by the Constitution, he is bound to be there. Necessary sanctions have got to be obtained before we abolish that institution. Several references, have been made by the various parties to the promises and pledges of the Congress Party in this respect during the pre-police Action. I want to tell them definitely

that today, after the Police Action and with the integration of Hyderabad with India, the Rajpramukh has not more associations with the old autocratic regime.

I drop it there, because this political question can be discussed to any length with no end.

I shall now take up the question of Zamindari and Jagirdari. At the outset, I would like to mention the several epithets used by hon. members in naming the Budget. I tried to note down the epithets are endless. It would really be very interesting to site them. They have called it 'a bankrupt budget', 'a capitalist budget', 'a zamindari budget', 'a police budget', 'not a people's budget', 'a status quo budget', 'Old wine in new bottles', 'rich becomes richer and poor becomes poorer' 'Raktanama Samvatsara budget', 'the whole structure needs overhauling', 'lack of Gandhian approach and an evolutionary budget',... very many epithets. That is why I said each person looks at the budget from his particular angle and tries to give an epithet that suits him. It is for me to say whether that epithet suits the budget or not.

Taking for example the idea of 'a capitalist budget' they have dubbed so because therein comes the reference of Jagirdari and Zamindari—I do not want to digress very much. My friends have been most liberal to me in their sentiment this time. I cannot help saying a few things which are facts. One should remember that a democratic Government has come into being in Hyderabad only last year; and for the past 3 or 4 years those who were in charge of Government tried to bring in measures which would ensure the establishment of a democratic Government. They tried to democratise the whole structure and within this period, whatever achievements were possible were attained. I would ask the hon. members about the achievements of other Countries—I would simply use the words 'progressive country' as some of our opposition members would say. Look at the picture that we are trying to present today over this problem of Jagirdari and Zamindari and other allied matters which hon. members opposite would like to raise more as a political issue. Let me tell them that in the most progressive country of their imagination, after the Revolution of 1920, they introduced what is called N.E.P., the New Economic Policy. That was certainly not socialistic in structure, leave alone the question of its being communistic, because even today that progressive country does not feel it is fit enough to be called a 'communistic

country' and it calls itself a 'socialist republic'. Immediately after the revolution, when they found that things were not going on well and people were rebelling against the economic policy that was existing, they introduced that New Economic Policy which was nothing else but a capitalistic system of working out the Government. It may be noted that this was in the most progressive revolutionary country and if we analyse what had happened there, there was chaotic condition for a period of 5 or 7 years. The first 5 year plan itself came by 1928; the next 5-year plan was for the period 1933-38; the third, 1938-43 and the fourth for the period 1943-48, during the war period. In all these plans, when they found that it was difficult for them to manage, they wanted the help of technicians and material resources from capitalist countries. They took them from America, from Belgium, from England, from France and other countries. Lenin himself stated that the economy of their country needed a change in order to go ahead. Considered in the light of this, I ask, what is wrong with mixed economy? What is wrong with compensation? Do not think for a moment that I am trying to protect the interests of the Jagirdars and the Zamindars. That certainly is not my intention. I shall be one with the opposition if they can reduce that compensation to almost nothing. This is a different question altogether. I feel it is for me to say a few things about the politics we adopt and why we adopt them. Along with the question of Jagirdari, the question of Sarf-e-Khas also is there. People have raised the question of compensation, privy purse and all that. These questions of privy purse and compensation did not crop up yesterday or day before; they were there for many years, say, for more than 70 years. When the State could not find necessary funds to meet the expenses of the Nizam, he was given landed estate. At the time when Police Action took place here, all over India including Madras, Uttar Pradesh and other States measures were in progress for the abolition of Zamindari and Jagirdari. The Government here started thinking on these lines with a view to introducing 'mixed economy'. We have to understand this background. All this was achieved within three or four years from the date of attaining Independence. This is a process which any country has got to go through. Today, China proclaims that it is against capitalism, still it is a mixed economy. It is not wholly socialistic in character. This is the basic truth. If we look at from the other aspect, i.e., from the economic aspect, I would like to know from the members sitting on Opposite Benches the position in respect of men, money and material during and after the Revolution what a colossal loss of men, money and material. After all what are

the changes they have effected ; what was the amount of time taken by them to achieve the present level. Even the most progressive country to come to the present level has taken 30 years. During the first five years of the revolution, nearly 40 lakhs of people died of starvation. But not even one died in our country. So the question is that of adoptability, that may suit our conditions. People quote Burma ; England and other Progressive countries ; but I do not like to hear any quotations from any country. This is our Bharat and everything we do, is from our own angle. People may call it good, bad or indifferent, we look at our own requirements and adopt ourselves to the needs of the country. That is certainly the policy of our Government. We are grateful to the Government of India for what all they did for us. We were the first to abolish the Zamindari. I very well remember what was written in papers and the sentiments expressed outside the State regarding taking over of Sarf-e-Khas and Jagirs yielding an income of 3½ crores. In the course of 10 or 15 years the whole process will be completed.

The people are feeling happy that this transition is coming. Those who are responsible for this change over are certainly not the Members of the Opposition. They say that even the pledged word of an individual has to be honoured. If it is so, do they suggest that the State which gives a word should not keep up its word. The State is much more responsible than the individual. The State Government is committed to liquidate the Jagirs and it wants to do this in the most-non-violent manner possible. This process must be completed quickly and efficiently. We are grateful to the Government of India for what it has done. I know there are certain sections who think otherwise. But people who know the situation and who think in a democratic manner and who want to see democracy thrive here, think in an entirely different manner. Hence, even after five years, our plans have not changed, but the conditions are not what they were five years ago. If we can adjust ourselves and plead with the Centre and impress upon them that their policy is not in conformity with the situation and requires readjustment to suit the spirit of the time, it will be well and good. If we can induce both the Jagirdars and Rajpramukh to adjust to the times and if all these should take place in a most non-violent manner, how happy all will feel. I hope that it can be done and I also hope the Rajpramukh and the Jagirdars will understand the spirit of the times. I do not want to say more on this aspect, because I have taken already more

than half an hour. There are various other points to which I would like to refer. I would like to reply adseriatem to the various criticisms made and in the end wind up my speech by giving an over-all picture. I feel that if I take up in an order other than what I envisaged in the beginning, it will take much more time.

Some Members have stated that the income has not come upto expectations. They also said that I minced matters in my budget speech. Some of the Members of the opposite benches said that the contingencies have not been shown properly and that we have tried to conceal details. May I request the House that at any time if a Member feels that I have tried to hide anything, he should come to me and I would explain him the position. It is not merely to hon. Members that I am speaking now, but also to the people behind them, the larger sections of the population, the real tax-payers, to whom I am answerable. In presenting this budget this year, I had to follow a certain procedure. In previous year the budget was prepared in the usual, routine manner. But now the Government of India have analysed and classified the different items and have given us directives. The Accountant General also has given certain instructions. If I remember correctly in the Estimates Committee also some Members said that there was no use of mixing up different items. They wanted to know how the contingencies were being utilised. I have met their desire. If the hon. Members are not satisfied, they may tell me their views and I will try to change it, if possible. These are simple matters. In the Explanatory Memorandum we have tried to give the hon. Members the information they required. We have not tried to hide any information.

Some of the hon. Members said that they do not understand the budget because it is in English. I have every sympathy with such Members. But we will have to make necessary arrangements. This matter will certainly be noted and considered, both from the point of view of expenditure, as also from the point of view of the convenience of Members. I do not wish to say more at present, but I shall certainly bear this in mind.

One of the hon. Members called this a 'bankrupt budget'. He said that the figures relating to debt, reserves and loans were not complete. I entirely agree. But no mistake has been made. We have given the figures under different heads.

We have not calculated for every rupee. To the extent we could show, we have shown large sums, but smaller items, we have not been able to show because, then the list will run very long. If hon. Members want further details, they can certainly approach me any time.

Shri V. D. Deshpande : There is a difference of one crore of rupees.

Dr. G. S. Melkote : This is made up of a number of miscellaneous items. To include I would have had to add one or two more pages.

Shri V. D. Deshpande : We find, in the first paragraph to the total comes to 18 crores, but at the end these items together come to 19 crores.

Dr. G. S. Melkote : All these sums are in the shape of assets, so we have not shown them here.

I just now said that the income has not come up to expectation. Various causes have been enumerated, but his mentioning of causes will not satisfy the House, it would much less satisfy me. Because, today, there could be no Finance Minister sitting on his bench, who would not like to increase the income. He cannot with complacency watch the downward trend in income. I do not want to go into details because the budget that I have presented depicts a true picture.

Some of the Opposition Members said that but for the Finance Commission coming to our aid, we would certainly not have made both ends meet. They said that we spread out hands and went begging to the Centre, which gave out doles and we accepted. This is not the case. That money has been taken from us according to a particular arrangement, under the Federal Financial Integration. As I have represented to the House long back, we felt and still feel, that a certain amount of injustice has been done to Hyderabad in the matter of subvention. The revenue gap was not upto the size we expected. We presented a comprehensive memorandum to the Finance Commission and once again, I have the pleasure to gratefully acknowledge the support extended to me by the House by unanimously passing the Resolution which strengthened my elbows when I pleaded ~~our~~ case before the Finance Commission in Delhi. As a result of our forceful arguments and various other causes, the subvention we got is, certainly much higher than what

we should have otherwise received. In my budget speech I said that the Finance Commission held that Hyderabad was not a fit case for receiving grants-in-aids. These have not been given to us. Hon. Members said that we should put up a fight. I would like to assure the House that whether or not we get it I will continue the struggle as I feel it my duty. To that last pie that is due to us we should continue the struggle. I assure the House that I will take up the question and certainly try to move the matter with the Centre again.

But what is wrong in accepting the money from the Centre? We are part of India. The Central Financial structure is based on procedure. Taxes are collected from the various States and a portion of them is again distributed to the State according to area, population, backwardness and other needs. There is nothing wrong about this. It is definitely not a question of begging. What is taken from us is given back to us in accordance with a particular decision. But in trying to get the money, if I plead with the Centre, it cannot be said that I am going about with a begging bowl. Let me assure the House that I will not go begging to anybody at any time. We had a just case and we got our due. It certainly is not begging.

One of the hon. Members of the Opposition said that the budget in some respects is an over-estimate, and in another an underestimate and presents a rosy picture in parts. I would like the hon. Member to locate the over and underestimates. Another hon. Member tried to point out that the technical advice given to me was not correct and the technical experts were not endowed with correct presight to make a correct appreciation of things to come. I do not know, if there is anybody in this House—unless he be an astrologer—who can read the situation in advance and tell us what the future would be like, how the national and international trade will fare and so on. We have got to plan the budget for a period of nearly an year. During this period many things may happen. Even during last year, the international gold standard varied so widely that from 330 rupees it came down to 270 or even less. Could any body envisage this? There was a time when it was believed that if Korean War ended peace would prevail in the world. Then something cropped up again. Only recently one of the foremost leaders of the world, Marshall Stalin died. No one can anticipate the repercussions these incidents will produce on the national and international trade situation. Things change due to various causes.

There has been trade depression due to various causes. Every one of us as financier would have appreciated those causes, and due to those fluctuations the estimates we have made might have not proved correct. Subvention has been an above estimate. We feel so happy about the subvention. Would we not feel happy if we get more money? But even that we did not exactly know. If any one could have said to us that such an amount would be our subvention, that the amount of money that we would have spent on developmental activities would have been much more than what I had earmarked last year. I am extremely sorry that I had to curtail the expenditure on development activities, but the financial stringency was so great. It would not be wrong to divulge here in the House as to what happened last year when I took charge of the portfolio of Finance.

Just before Police action, there was a reserve of nearly 86 crores of rupees in the State's treasury. About 20 to 25 crores of rupees had been spent away before Police Action by the then Ministry. Subsequently, due to various causes improvements-administrative expenses, law and order position by the time I took over, the amount was roughly about Rs. 14 crores. After setting apart the money for the I.T.F. and other things, I had to run the Government with hardly 2 crores of rupees and the monthly expenses were somewhere about 3½ to 4 crores of rupees. Every moment was anxious for me. In view of that, if today I am very happy because of bigger subvention I have been able to balance the budget and that the finances of the State are sound, would I be wrong? people do not keep the complete picture of the difficulties that I went through the whole of last year. If, every month, to the treasury I had to say that Government was not in a position to meet its demand, would not the credit of the Government be at stake? I have somehow maintained the prestige of this Government. Under these circumstances, was it wrong to cut down a little expenditure of the developments? That is why I said that one should look at the whole picture and not from narrow angle nor from the point of view of the needs of a particular constituency. We must look at the picture of the finances of the State, in a broader view.

It has been demanded that Maximum good should result to the maximum number of people ensuing maximum social advantage. These are very good maxims and they would remain as maxims and they would remain as ideals to be strived for. I myself will place this maxim before my minds

eye and try my best to achieve but while preparing the Budget or during its consideration, let us be realistic in our approach. I do not crave for any other indulgence in this question.

Very many Members have said of the excess collections in jagir areas and excess levy on foodgrains. Of course, we are trying to do our very best in this direction. Defects there will always be and to the extent possible, we will strive to improve the situation, but I will only say that whatever defects we notice are our own. The Ministry must bear the brunt. If administrators had the advantage of experience and knew how to invest their money and get proper return where corruption would occur, where it had got to be rooted out, where bribery was taking place and all those things, I think things would certainly have been very much better. We had just stepped in and it would have served no purpose to have pleaded our inexperience. We were certainly inexperienced last year. At that time there were four ministers who had experience of the administration for nearly 1½ years. Look at their record today. They progressed rapidly, because they were able to work hard, and devote more attention to it since there was no legislature here then and they did not have to face this legislature. They could devote all their time morning and evening gathering information, gaining experience and understanding things from the colleagues who had already an administrative experience of 20 to 30 years. Our own colleagues became tutors to some of us, youngsters. Do the hon. Members want me to put my knife in the dark. No surgeon would do it. I would rather commit an omission and try to rectify it later and not try to cut into the main artery and kill a person. What is the wrong that we have done? Have we committed any big mistake for which you should thrash us? Are we not trying to understand administration?

We certainly give credit to the civil service. Many people have said that as Ministers and as Chief Minister we have been drawing only Rs. 1200/- whereas some of the Secretaries are drawing Rs. 2000/- and above. Certainly this should not be the case. We have been moving in the matter. Because some references to other countries had been made, I would like to mention certain things. What is Burma today after all. I do not like to make comparisons between one country and another. It would be wrong on my part sitting on the treasury benches to do so.

I personally feel that this should be of the record as far as the Press is concerned, but to the House I would say that today India's prestige is the highest in the world. Take the question of rehabilitation of refugees. Immediately on the advent of independence, from among the services, the English I.C.S. Officers retired and some opted out to Pakistan and only 15% remained. And what is it that our Civil Services have not done? They might have received salary, but had they not been loyal to the country? One crore of refugees came into the country, the like of which the world had not seen, and inspite of that no epidemic broke in the country. Could we not give credit to the medical services for their glorious achievements? Within a period of six months or more 600 Rajahs and Maharajahs were liquidated. Should we not give credit to our police officers for maintaining law and order without any untoward incident? Is it not again the same Civil Service who contributed to the glorious chapter in the history of Kashmir?

Is not our own country men who tried their best in not allowing to occur a single case of starvation though the food question was so very embarrassing? Did we not draft our constitution with the assistance of the ablest men in the country such as Dr. Ambedkar, who were not in the Congress. Congress which was in power could have excluded them. It did not do so because the constitution pertains to the entire country. Even today our neighbour has yet to draft the Constitution and hold elections. I do not mean any disparagement. What I intend telling the House is Why should we underrate ourselves? I give credit to all the personnel Civil service, who have done marvellous work. I have spoken to several of them and they have said. Well Sir, if the whole country wants to reduce our salaries we are for it. That is the spirit with which they are working. They have a spirit of loyalty and the hon. Members of the Opposition always speaking disparagingly about their work. It does not behove us to talk in such a tone. We should appreciate good and always encourage them. Some of us always look to the other country as if we are their pawn. Let us take pride of what we have achieved.

Inefficiency there has been and there is bound to be. As I said, I would like to take on myself the responsibility for the inefficiency of the administration of my Department. I am inexperienced. I would try to learn more. This year hope to do better provided you give me courage and provided you strengthen my hands. If I am wrong, certainly pull me

down; I have no right to sit in this House and speak on behalf of the people. I am really very sorry to express this. We are here as a Congress Government. I want this Congress Govt. of ours to leave its impress on the administration and first and foremost is the question of honesty and integrity. Believe me, within this period of one year, whatever has been possible for me and my colleagues we have done. It is therefore justifiable that we should take up the challenge thrown regarding the integrity and the honesty of the Ministers themselves. It would be wrong to think that we are sitting quiet. None of us wants dishonest people. We would strive out very best to improve the situation. With regard to the inefficiency particular reference to the death of a chaprasi, I have to mention one or two things. Do not think that the person who died was a chaprasi I do not mind it because he was an insignificant person. It is a matter, of which I am ashamed. That is the spirit which pervades the whole administration. I am going to enquire into the matter and assure the House that I will do my best.

Regarding the question of the status quo-administration it has been said that the structure is the same, it is passive, it is insensible, it is not trying to understand the people, and it has lost contact with the people etc. I do not believe that any of these are correct, although much of our time might be consumed by the desk work. Many of the members not necessarily from the Treasury benches came to me on several occasions and I heard their representations. I do not think any minister has ever refused to meet any representative just because he came from a particular quarter. Irrespective of their party affiliations they will be given full hearing because they have behind them the people. May be in some matters replies were not sent promptly. We have ourselves taken much time in some cases. I must confess that some of the files had been lying with me for months. I had to understand them. The hon. Members would have done the same thing if they were in my place. Some lapses might have occurred in the beginning. But now, things are moving very swift. The Secretariats have been cautioned for the speedy movement of files, spanning which they have to furnish explanation. This applies from the lowest to the highest ranks. We are doing our best and with more experience we hope to serve the people better. Some members made reference to remission to collection of taxes remitted.

Shri V. D. Deshpande: What about scaling down of salaries?

Dr. G. S. Melkote : I will come to that.

We have already moved in the matter. The hon. Member is perhaps, aware that the Govt. of Madras wanted to scale down the salaries of officials. I myself have tried to examine the position. As a matter of fact many of us made a strong plea about this at the Conference of the Finance Ministers held recently at Delhi. I think, the Centre is gathering information. In this connection, the Central Finance Minister, Shri Deshmukh, has been reported to have said day before yesterday that by scaling down the salaries of high officials, the poor will not become rich. Any way, I have not read his statement and, therefore, it would be wrong on my part to say anything about this. It is not a question of rich becoming poor or poor becoming rich; it is a question of principle. I should not say any thing about the Central Finance Minister's remarks, but I can tell this much that the Centre has already moved in the matter. Now, the ceilings of the salary of I.A.S. officers has been reduced from Rs. 1,800 to 1,400. I had occasion to discuss this matter with some leaders at Delhi. They held a different view altogether not that they don't want to achieve the level of China. But my enquiries show that apart from Rs. 600 received by the officials as salary there are various allowances like house rent, motor car etc. Should we adopt that thing here? We can also show Rs. 600 towards salary and remaining amount under different items. I may tell hon. Members that we like to conduct our affairs in the Gandhian way. Scaling down of salaries will take some time. While all these things are being said one should bear in mind that India is mainly an agricultural country. We can take pride in the fact that we are the first to fix basic holding and family holding. A rich person today cannot, on an average, earn more than Rs. 2,500 per annum about 200 a month—as things stand today and that too with the greatest difficulty. At best he may be able to send one son to the college. The other sons will have no education. That is the present situation. If 90% of the agricultural population in the rural area are subjected to such a standard of life, can we think that the situation in the cities will continue as it is? Will they sit quiet and see us moving in good cars, wearing good white shirts, living in palatial bungalows? Will they permit all these things? A silent discontent will start. This is bound to happen sooner than later. The main structure in India is that of agriculture and if we change that economy once, the entire economic structure of India will have to be changed. We will achieve this not in a revolutionary manner

in which it is being desired to do. All this talk is unnecessary here? What is required now is hard work and that too in the right direction. That is what we are doing today and as I said the scaling down of salaries will take place in the right time.

Dr. G. S. Melkote : How much time will you allow me Sir?

Mr. Speaker : You can continue upto 2 p.m.

Dr. G. S. Melkote : As a matter of fact, I will require another 2 hours; but since the Members are tired, I will try to conclude my speech as early as possible. I will summarise it as far as possible and give only such facts and figures as will disprove the criticisms levelled against many items.

Members estimated that the expenditure on maintenance of law and order is about 40%. I have collected data in this respect for the years 1948/49, 1949/50, 1950/51 and 1951/52. For this purpose, I have taken into account; General Administration, Police, Jails, Administration of Justice etc.

	Amount spent Rs. lakhs.			
1948/49	332
1949/50	334
1950/51	736
1951/52	784
1952/53	604
1953/54	559

This works out to 19.97% on the total revenue. In Bombay, the Government is spending Rs. 1974 lakhs as against the sum of Rs. 559 lakhs which we are spending here. Bombay revenues are double the revenue estimates of ours. It is evident from this that the Bombay Government is spending nearly four times the amount which we spent last year, on maintenance of law and order. Madhya Pradesh which is about the size of Hyderabad is spending about Rs. 594 lakhs. Many of the hon. Members have said that we are not spending sufficient amounts on nation building activities. I may assure the House that we are prepared to spend almost every pie of what we are getting provided there is complete law and order.

But is that prevailing today? Of course, comparatively, the condition is better, and that is why we were able to curtail the expenditure on Police substantially. But even today some members have said that there is lawlessness in the village parts. As people were peace loving, a few constables were able to maintain law and order before. But today for every small demand people are made to agitate and any occurrence in rural areas is taken advantage of with the result that some members even hold out the threat of a revolution. I would ask, whether there are no underground heroes roaming about? Do we not still hear persons going about in the rural areas with arms? Do we not hear instances of houses being burnt down in the villages? To the extent that such things will not happen and to the extent the people will take to constitutional methods, money will be spent on development activities. I am prepared to cut down the police expenditure to the minimum provided law and order situation comes to normal. Since some members have characterised this budget as a police budget, I would like to take the House to the pre-police action days and show the figures regarding the expenditure incurred on police then. At that time, the so called army was a super police. That army was thrust into service—as many of the members from the opposition benches may be aware in Nalgonda in the year 1946. They were used as adjunct to the police. The army budget was also there at that time. 40% of the State area comprised Jagir and Sarif-e-khas. There was also the Nazme-Jamiat. All these things are to be taken into account when examining the police expenditure for the years before police action and after the police action. After all, we are spending much less than what was spent in 1946. I shall give the figures. In 1947/48 about Rs. 160 lakhs were spent when the pay and service commission revised the whole scales. In 1948/49 after the revision of the scales of pay Rs. 347 lakhs were spent. I am only striving to prove that this government in spite of handicaps is trying to reach the level of the pre-police action expenditure on police as desired by the hon. members. Since I have accepted their suggestion, I hope they will try to help me in maintaining law and order in the State. The percentage of expenditure incurred on the police in the neighbouring States is as follows:—

	Bombay	..	14. 9%
	Madras	..	6.10%
11	Madhya Pradesh	..	10.07%
11	Bihar	..	12.19%
	Hyderabad	..	14%

That shows, our expenditure on police is less than in Bombay and slightly higher than other States.

Regarding unemployment I would like to assure that efforts will be made to absorb all the retrenched persons. In the Customs Dept., about 3 to 5 thousand yet to be wound up in the Supply Dept., about 5 thousand have to be retrenched. In this way, about 10 to 15 thousand people have got to be absorbed. I am glad to say that the Government has been able to see that these people do not fall in the hands of the Opposition. The number of Gazetted and non-Gazetted and menial staff for the years 1950-51, 1951-52 and 1952-53 given below will give an idea, how the gazetted posts are being reduced and a saving of more than one crore and 20 lakhs is effected.

	No. of Gazetted posts	No. of Non-Gazetted posts Establishment	Total
1950-51	2,338	65,726	35,594 1,03,658
1951-52	2,027	81,131	34,735 1,17,893
1952-53	1,896	1,12,485	1,14,381
		(including menials)	(a : Executive of Supply Dept).

As promised we did not touch the non-gazetted and menial staff. Many Members last year felt that the administration was wooden, and static. These will dispel the misapprehension. The Chief Minister has dealt with the measures we have taken to meet the conditions in famine areas. It is a long range plan. The Bombay Government has assured the people that they would fight famine. I would go a step further and say that we have already girded our loins, we shall not allow famine to occur. This question will receive priority; and we have been working in that direction. Even before I could hear about subvention from the Centre and in spite of deficit budget I provided the necessary relief in the famine areas. The Agricultural Department will attend to the details and I assure the House we will not be passive in the matter.

Agricultural income-tax is one of the items under which only one or two lakhs of rupees were collected. Unfortunately, the tax structure is so forged that it would not yield very much. I looked into this matter. We could have raised the

income by 7 or 8 lakhs. But due to the pressure of friends on this side and equally from other side, we have brought before the House the Hyderabad Tenancy and Agricultural Lands Act (Amendment) Bill, as a result of which any hope of raising income under this head is gone for ever and we are not going to get anything out of that.

Last year, I tried to know the reaction of the House regarding the multiple and single point tax. The Members of the Opposition felt shy to be associated with the Merchant community. They felt shy because people would call them 'Capitalistic.' Today a sudden change has come over, perhaps due to the tactics of the Opposition Benches. Whenever it is inconvenient to them they introduce new tactics. Bombay has made certain alterations at the first point and the last point. My mind is not rigid. I would agree to these changes. Next year, we will have to forego another $3\frac{1}{2}$ crores by abolition of export customs. Taxes are already high, agricultural income tax is not there; sales tax is an indirect tax. So unless as suggested by my friend, Shri Raju, we develop our industries other sources of revenue and further avenues of taxation will not be available. Reliance merely on land revenue and often taxes unconsciously paid by a poor buyer is not good.

If anybody wants a luxury, he is conscious of it but the poor buyer of a necessary commodity pays more tax unconsciously. The Congress is not wedded to encumber the poor. This state of affairs should improve. Multiple point sales tax yields more income. In Russia, today 58.6 percent is the yield. In the first two years, people worked for 15 hours there and even now, whenever the State needs money, one month's pay is compulsorily taken off. We have not done anything like that. We have to forego customs, surcharge etc. All of us have to put our heads together and achieve this.

Shrimati Lakshmi Bai : There is no opposition party in Russia.

Dr. G. S. Melkote : I would like to do away with the export and surcharge, provided we get sufficient income. What is wrong if I levy a betterment tax. Today how much am I going to get by this; 1.5 lakhs or so as against an annual expenditure of nearly 7 crores on capital expenditure. I improve the social and economic condition of the people in

those areas. I get money from other areas and put it there for their improvement. Will they not pay back at least to those areas? What is wrong about it. Similarly, with the industries also: the industrial structure has got to be changed. My hon. friend, the Minister in-charge will speak on the industrial policy etc. If there is trouble, it is certainly not due to us. I have called the Members of Opposition and told them: "Do not rake up trouble with regard to Hatti Gold Mines. They are already working on loss". We are anxious that housing conditions should be improved. I went there in last April. I asked the management to take up the matter with the Centre and see to what extent we could ameliorate their condition. But before anything could be done and in spite of my giving the necessary information—I should not call it warning, they did not heed my word. To me, labour is labour irrespective of their ideologies and irrespective of their affiliations to different political parties and I would like to do every thing that is possible for them. But in order to maintain their hold on the labourers, many things are said vociferously here. I should like to tell the House that I have made arrangements for a few lakhs of rupees and at present about 30 or 40 houses are being constructed. To whatever party we may belong, economics is economics. Housing condition is difficult but this Government will do every thing that is possible.

I was talking about the tax structure. It is only in relation to petrol and some spare parts of motor cars Government of India have fixed particular rates after going into the question in detail. So I thought of taxing the sugarcane at the entry of the factory when it goes to be crushed. Thus, on the earnings of the factory I intend levying 2 rupees per ton. In other words, I am trying to earn from the savings of the factory and not to effect the income of the sugarcane growers. Is this wrong? Any tax that has got to be imposed in this sphere will have to be on the savings of the management. Otherwise, it will tell upon the people and if health of the people is disturbed the economy of the State gets dislocated. Hence, I would like to tax the factory people, and tax their savings and not the income of the sugarcane growers.

Regarding wasteful items of expenditure, I have not much time to deal with all the items here, though I am prepared to answer everyone of them satisfactorily. About the currency problem I have to say a few words, because it is

very important. Hyderabad has integrated itself with the rest of India. So many changes took place before we took charge of Government. But since we took charge, one of the important items that we attended to was the abolition of customs duty on imports. Since then various bills have been introduced in this house with a view to bringing Hyderabad to the level of neighbouring States. Two important matters are still to be attended to, one is the currency and the other is customs duty and surcharge on exports. The Government of India have taken decision for demonetising the O.S. Currency from 1st April and this Government has also agreed to it. But, how is this change going to take place? How is it going to affect the man in the street. Various representations have been made—I would not call them 'threats' but a few dire consequences if certain things are not attended to have been pointed out. I would like to know for whose sake they are pleading—obviously on behalf of the labour and the non-gazetted staff—the proletariat, which is always amenable to their advice is made to agitate. The pleading is not for the Kisans, or for the villagers. The entire population in the State is going to be affected by this change over. The non-gazetted ranks may be less than one lakh and the labouring class, one lakh. The pleading is for 2 lakhs only out of 200 lakhs, i.e., 1 % of the population. To please these two lakhs Government has been asked to pay in equal amount in I.G. If I agree will it not cause inflation. The Members of the Opposition may say 'No'. It is agreed that the common man, the man who sells pans, beedies, vegetables, the milkman, the house-owner and people of such class would expect equival payment in I.G. I feel that this 1 % of the people are trying to shelve off their responsibility because there is somebody else, to shoulder it i.e. the Government and the Industrialists. But I ask, what about the rest of the population? Do the hon. Members suggest that the Government should equalise the taxes or else how can I meet the situation? Even supposing I give in I.G. currency, then these people are not going to pay their house rent at par. They will resist it at every point. We all of us shout against black marketing and we want the morale of the nation to be such that they would resist such inroads and corrupt practices. Does this Government represent all the people or only the non-gazetted ranks and the industrial labour. Nobody would pay rent in I.G. on par with O.S. They would say to the house owner 'Look here, I used to pay 30 rupees H.S. which come to Rs. 24 I.G. and therefore I would pay only this much. If you are not satisfied, go to the Court of Law' The eviction

is so difficult, that the house owner cannot do anything. People are resisting this inroad and corruption. By paying equal sums in I.G. Govt. will incur only an expenditure of 1 crore. But what about the Kisans? Shall I convert their taxes also into I.G. i.e., increase it by $16\frac{2}{3}\%$? The industrialists will also say the same thing. I am not in sympathy with the industrialists, but with the industries. How will they compete with the industries in the neighbouring States? Should not the Members help this Government. Which is trying to help the people in resisting these corrupt practices or shall I give one crore because there is pleading for that? We have examined every one of these items and found that this Government should remain firm. I would plead with hon. Members to consider this problem sympathetically. I am always open to correction. I would like to stand by the people. If I cannot help the people I cannot help the non-gazetted ranks or anybody else. That is the stand Government has taken and if the stand is correct, I am sure the Members of this House and the people outside will support the Government and see that the changeover comes as smoothly as possible, for the well being of the State.

Mr. Speaker, Sir, I do not know how much time is left for me. I have got to speak about the five year plan, the budget and so on. If the House is tired, I will stop if the House wants I will continue.

Mr. Deputy Speaker : The hon. Minister has already taken much time.

Dr. G. S. Melkote : I Will sum-up in five minutes.

So many criticisms have been made and I am in a position to answer each one of them satisfactorily. If any point remains unanswered hon. Members may raise them during the discussion on cut-motions. Or, If any hon. Member is anxious, he can come to me and I will give him all facts at my disposal. This is a period of transition. There is the question of mixed economy. We are in the process of non-violent revolution. Our Government have done their best. We are aiming at an welfare State, and we are to do the maximum good to the maximum number of people. If the principle of Welfare State is accepted, then planning must necessarily come in. If it is a question of appointing a few relatives, then planning is not necessary. If the lot of the people in the State, has to be improved socially and economically then

planning is indispensable. While we plan, we must necessarily keep in mind the money we command. We cannot immediately attend to all the needs of every village, though this is our ultimate objective. There are divergent views on this. I myself felt at one time, that after freedom our first duty would be to stand by the people. Crores of rupees should be spent towards improvement in rural areas. Their needs are first waters, second roads, third schools, fourth hospitals, fifth restoration of tanks and wells and sixth improvement of agriculture. About 15 or 20 crores or a little more have been allotted for this purpose over a period of 3 years. I can tell the villagers what freedom is. May be, after all their needs are attended to, say after the next ten years or so, I thought I could attend to Tungabhadra and other projects, but the immediate necessity of time of food. We cannot go on importing food from outside, at a heavy cost. The prime need of any people is food. That is the reason why agriculture has received the priority. If the villagers are contented, I need not tax them any more. I can tax them in different ways. Is not labour itself a form of tax? We can ask them to build roads, hospitals and so on with their own labour. I can ask them to repair the tanks. That will be easy. This is another aspect of looking at the five year plan. The Central Government and the Planning Commission thought that in the present context, when the world is being threatened with another international turmoil, we must be self-sufficient in food.

For the repairs and restoration of tanks in Hyderabad, for the next three years, the Govt. of India has given 210 lakhs. We ourselves are spending large amounts. On education alone, we have been spending several lakhs. About the community projects, it has been said that Marathwada has not been paid sufficient attention. We are pleading with the centre for starting more community projects in Hyderabad. If they agree, we can start some in Marathwada. I have been stated that the community projects have not been located at proper centres. These are matters of difference of opinion. We are going to introduce compulsory primary education in the community project areas. We cannot introduce it for the whole State. If people live very well, and when social and economic conditions in the community project areas improve, the people in these areas will be the first to educate their children. The farmers are now unable to send the children to schools, because they have to earn a wage to keep the family going. If conditions improve, they will

certainly educate the children. If the experiment succeeds in the community project areas, we can expand the facilities to other areas. If I have all the money I require by levying more taxes, I can give you everything. Members are against taxation, they want to create unrest in labour and break the peace. In spite of all these things I have been able to save 1 crore and odd. Our pension contribution is 2.6, normally it should have been 1.4, but what is the value of 1 crore compared to the freedom we are enjoying.

I have tried to place before you the economic conditions, and budgetary position. What is it we can not achieve with the co-operation of intelligent workers. I hold that the finances of the State are sound. The people are living in a healthy climate now. Last year I showed deficit and this year it has been balanced. The credit of Hyderabad has gone high here and in the neighbouring States. I can go to the market and ask them loans, District-wise and State-wise. I can say that I will reinvest the money collected from each district, in the same district or over the State, if I collect it from all the people of the State. The capitalist spends money in the hope of making profits. Even from that point of view—form the jagirdars or capitalist's point of view—what is that I can get if I invest in education, I do not get any profits. I would like to collect all the moneys not as a tax hoarder, but in order to repay to the State every pie that is collected in some form or other. I have presented a balanced budget, so that our prestige goes high and I would be able to tell the people that our financial position is sound. The Members will see within three or four years the progress that we will make, we will have green fields, to abundant electricity, several factories in running condition and unemployment gone to the minimum. No country would be able to do all these things in a short time. Imagine the conditions that prevailed in Russia during 1928-1930, there was great unemployment and so on. Imagine the position of China before the present revolution. I have also got figures in this regard, but I do not want to say anything more. What is it that we in India cannot do? I assure the hon. Members that we will go ahead like any other nation.

Thank you. .

The House then adjourned till half past eight of the Clock on Thursday the 12th March, 1953.
